ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۳ دسمبر ۱۹۵۶ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

(از جناب "خاموش مبلغ" صاحب ملتان)

فرانس و برطانیہ کی ناپاک سامراجیت کے مصر پر حملہ کی مذمت کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان اجتماع میں ایک معزز اور مجاہد بزرگ دین نے اپنی بصیرت افروز پُرمغز اور ایمان پرور تقریر کے دوران میں ایک تاریخی حقیقت کی طرف مجمل سا اشارہ فرمایا تھا۔ کہ خیر القرون کے متصل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی تربیت اور صحبت یافتہ مخلص ترین صحابہ کرامؓ کے دور خلافت (عہد فاروقیؓ) میں ایک قلعہ ایک ماہ کے طویل محاصرہ کے باوجود صرف اس لئے فتح نہ ہو سکا کہ مجاہدین اسلام سے کسی سُنّت (غالباً سنّت مسواک) کی بجا آوری میں کوتاہی سرزد ہو گئی تھی۔

نصرتِ الٰہی

مگر آج جبکہ ظلمت کفر و شیطنت کے دندناتے ماحول میں "کتاب و سنّت" کی صرف تحریف معنوی ہی نہیں بلکہ پوری شریعت مطہرہ سے مکمل بغاوت اور عملی انکار کر کے غیرت خداوندی کو علی الاعلان چیلنج کیا جا رہا ہے۔ اکثر علماء کرام پر ناروا تنقید و استہزاء کی کاری ضربات لگائی جا رہی ہیں۔ اکثر دینی و سیاسی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں میں خواہ مخواہ کے اختلافات پیدا کر کے جماعتی یکجہتی اور نظم میں انتشار برپا کیا جا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض مخلص احباب کو عدالت کی دہلیز بوسی کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہے۔ آئے روز بعض علماء کرام کی طبعی سادگی یا ذاتی فروگذاشتوں اور انفرادی کمزوریوں یا بعض عملی کوتاہیوں اور معذوریوں کے سبب پورے دین کی توہین کا حیلہ تراش کر دین سے مکمل بیزاری کا رجحان عام پھیل چکا ہے۔ بیشمار دینی و سیاسی جماعتوں کے معرضِ وجود میں آجانے کی وجہ سے دین کا علمی و عملی شیرازہ بکھر چکا ہے۔ بعض گوشہ سے تو ؎

دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

کا آوازہ بھی دُہرایا جا رہا ہے۔ نتیجۃً فواحشات و منکرات اور بے دینی کا ایک عظیم ترین سیلاب ہنگامۂ طاؤس و رُباب کے نغمہ بار خمار کے ساتھ اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ تو ان حالات میں نافرمان فاسق فاجر اور خود فریب منافق عناصر سے "دین و ادب" کے گٹھ جوڑ اور اتحاد پر نصرتِ الٰہی کی کیونکر توقع کی جا سکتی ہے۔ جبکہ خداوند باری تعالےٰ خود شاہد ہیں کہ منافق سراسر جھوٹے ہیں۔ نیکی سے روکتے اور بُرائی کی ترغیب دیتے ہیں۔

ڈائن کے دانت

عصر حاضر کی ہوشربا گرانی۔ قحط سالی اور عبرتناک معاشی بدحالی کے ساتھ ساتھ جنگِ عظیم کے ہلاکت خیز خطرات کے تحت وقت روپیہ اور ایمان بھی برباد کرنیوالے فحاشی و بےحیائی اور بے دینی کے تربیتی مراکز جہاں بلا تفریق مذہب و ملت ہر امیر و غریب کا متاعِ ایمان دن رات لوٹا جاتا ہے بغیر کسی قسم کی مدافعت اور مزاحمت کے نہایت بے فکری بلکہ مکمل اطمینان کے ساتھ "کتاب و سنّت" اور "جمہوریہ اسلامیہ" کا مُنہ چڑا رہے ہیں۔ شاید عوامی رجحان کی رعایت سے "کتاب و سنّت" کے اس اہم ترین پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بد اخلاقی بدکرداری اور بے غیرتی کے اس مہلک ترین زہر کا مؤثر تریاق تجویز کرنے کے لئے ملک و قوم کے نبّاض عالم جمود میں ہیں ماشاء اللہ

ضرورت ہے!

کہ ملک میں جنسی بے راہ روی پھیلانے والے اداروں خصوصاً موجودہ سینما گھروں کے انسداد اور مجوزہ نئے سینما گھروں کے اجازت ناموں کی تنسیخ کے لئے ٹھوس پُر خلوص اور مؤثر اجتماعی جدوجہد کی جائے۔

ضرورت ہے کہ فرانسیسی اور برطانوی مال کے بائیکاٹ کے ساتھ ساتھ غیر ملکی تہذیب و معاشرت، غیر اسلامی افکار و کردار غیر اسلامی مخلوط طریق تعلیم و غیر ملکی مخلوط نفسیاتی طریق علاج یعنی کالجوں اور ہسپتالوں میں حسین دوشیزاؤں اور نوجوان طلباء کی مسموم اور مخلوط تربیت نیز عیاش مریضوں" کی جنسی ہوس رانیوں کا جنازہ اُٹھا دیا جائے۔

حسن و عشق کی جنسی آوارگی پھیلانے والے راگ و رنگ کے طاؤسی مراکز جہاں آئے دن نمائش حُسن کے امریکن اور برطانوی "مہذب تحائف" درآمد ہوتے رہتے ہیں۔ اور حسینانِ مغرب تیراکی کے فن رقص اور کمالات کے مظاہروں سے بدکاری کی نشوونما کرتی ہیں۔ اس پر ستم یہ کہ "صحت مند تفریحات" یا شاندار اسلامی تحفہ کا لیبل لگا کر پاکستانی نوجوانوں کو غیر ملکی بھارتی اور حیا سوز فلم بینی کا دیمک لگا دیا گیا ہے ضرورت ہے کہ شاخِ ایمان شرم و حیا کے لئے زہر قاتل بے حیائی کے تربیتی مراکز کو فوراً بند کرا دیا جائے۔ ضرورت ہے کہ جمہوریہ اسلامیہ کے منافق بے دین اور طاؤس نواز سربراہوں کو محمد شاہ رنگیلے کی سنّت پر چلنے نہ دیا جائے۔ اور رقص و موسیقی کے سرپرستوں کو اجتماعی قراردادوں کے ذریعہ مجبور کیا جائے کہ وہ -

خطۂ پاک کو فحاشی اور بے حیائی کے مراکز اور تربیت گاہوں سے فوراً پاک کریں -

سنیما اور ریڈیو کے مخرب اخلاق اور ہلاکت آفرین غیر اسلامی پراپیگنڈہ کو لگام دیں

مملکت خداداد میں شعائر اسلامی کی بے توقیری کر کے خداوند قہّار و جبّار کے غضب کو نہ للکاریں۔

اپنے وعدوں سے انحراف کر کے کفرانِ نعمت نہ کریں ——— اور مُلکی نظامِ حکومت کو دین سے جُدا رکھ کر نافرمان اور ظالم نہ بنیں۔

فرامین نبوی

• حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم نیکی کا حکم کرنے والے اور بُرائی سے روکنے والے بن کر رہو گے یا پھر تم پر اللہ تعالےٰ ایسا عذاب بھیجے گا کہ تم اُس کو پکارو گے اور کچھ شنوائی نہ ہو گی۔ (رواہ ترمذی)

• حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ لوگو! تم یہ آیت پڑھا کرتے ہو کہ اے ایمان والو اپنے آپ کو بچاؤ جب تم خود ہدایت پر رہو گے تو تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (اس پر مطمئن نہ ہو جاؤ) یقین رکھو کہ میں نے نبی پاک سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جب لوگ بُرائی کو دیکھیں اور بدلنے کی کوشش نہ کریں تو خداوند تعالےٰ ان کو جلد از جلد عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

• اللہ تعالےٰ خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا

(باقی صفحہ ۸ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۳۱

ناجائز مداخلت

گزشتہ دنوں قارئین کرام نے بھارتی وزیر اعظم کی وہ تقریر پڑھی ہوگی۔ جس میں انھوں نے پاکستان کی خارجی داخلی اور معاشی حکمت عملی پر تنقید کی ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ خارجی اور داخلی پالیسی میں پاکستان ناکام ہو چکا ہے اور معاشی طور پر حالات ایسے نہیں ہیں کہ وہ کسی مبارکباد کا مستحق ہو سکے۔

ہر پاکستانی بھارتی وزیر اعظم کی اس جسارت پر حیران ہے۔ کیا دوسرے ممالک کے اندرونی و بیرونی معاملات میں بلاوجہ دخل دینا بھی بھارتی خارجہ حکمت عملی کا جزو ہے؟ اگرچہ اس بیان کا جواب پاکستانی وزیر اعظم نے دے دیا ہے۔ لیکن ہم بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بین المملکتی تعلقات کی کشیدگی کا باعث خود بھارتی وزیر اعظم ہیں۔ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ بھارت کے مہاسبھائی اخبارات پاکستان کے خلاف نہایت گمراہ کن پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ ان کو اس سے باز رکھنے کی بجائے ہندوستانی وزیر اعظم نے بلا واسطہ ان کی تصدیق کی ہے اور انہیں شہ دی ہے کہ وہ اپنے ناپاک کارنامے جاری رکھیں۔

ان واقعات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بھارت میں مقیم مسلمانوں کو بلا قصور مشق ستم بنایا جا رہا ہے۔ بلا ثبوت ان کو پاکستانی جاسوس۔ سازشی اور انتشار پسند کہا جا رہا ہے۔ جہاں ہم بھارتی وزیر اعظم کو ان کا رویہ درست کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ وہاں حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ غیر مبہم الفاظ میں ہندوستان پر واضح کر دے کہ بلا تحقیق ہندوستانی مسلمانوں پر الزام تراشی نہ کی جائے اور نہ ان کو قید و بند میں ڈالا جائے۔

اقوام متحدہ کے لئے

خدا کا شکر ہے کہ برطانوی اور فرانسیسی ملوکیت پسند حکمرانوں نے بالآخر اپنی معاشی گراوٹ تیل کی نایابی اور اشتراکیت سے الجھاؤ کے ڈر سے پورٹ سعید کے علاقوں سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلانے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ حالیہ دنوں میں حملہ آور فوجیں نکل جائیں گی اور اقوام متحدہ کی مجوزہ پولیس نگرانی کا کام سنبھال لے گی۔ اس ضمن میں جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ حملہ آور فوجیں واپسی کی بجائے اسرائیل میں جمع ہو رہی ہیں۔ اس سے امن عالم بدستور خطرہ میں رہے گا۔ اس کے علاوہ اسرائیلی فوجیں جزیرہ نما سینائی سے واپسی پر ریلوے لائن اور دوسری اشیاء تباہ و برباد کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں میں پوری پوری صداقت نہ ہو۔ لیکن سامراجیوں سے ہر اوچھے وار کی امید ہے۔ ان انسانیت دشمن عناصر نے چند گھنٹوں میں ہزاروں چلتے پھرتے انسانوں کو بے گور و کفن لاشوں میں تبدیل کر دیا۔ اگر عالمی آواز ان کے خلاف بلند نہ ہوتی تو نہ جانے وہ کہاں تک خونریزی کرتے۔ اب بھی ان کی سلامتی کی ضمانت کون دے سکتا ہے۔ ہم اقوام متحدہ سے اپیل کرتے ہیں کہ حملہ آوروں پر کڑی نگرانی رکھے تاکہ ان کی فوجیں وہاں پہنچ جائیں۔ جہاں حالیہ لڑائی سے پہلے وہ موجود تھیں اور دوسرے یہ کہ اس بات کا بھی بندوبست کیا جائے کہ واپسی پر مصر کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہو۔

"سولہ ہزار"

الجزائر سے موصول شدہ خبریں مظہر ہیں کہ وہاں کے مسلمانوں نے جنگ آزادی میں اب تک 16000 افراد کی قربانی دی ہے یہ نقصان عظیم ان لوگوں نے کسی لڑائی یا مہم میں نہیں اٹھایا یا انہوں نے اپنے دشمنوں پر حملہ کرتے وقت اتنے آدمی نہیں کٹوائے۔ بلکہ فرانسیسی فوجیوں نے جو وہاں پر مسلط ہیں۔ انہوں نے اکے دکے لوگوں پر گولیاں اور سنگینیں چلا کر یہ جانی نقصان پہنچایا ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو امن عالم کا راگ الاپتے پھرتے ہیں۔ وہ اس علاقہ میں جائیں اور دیکھیں کہ کس طرح انسان انسان کے خون سے ہولی کھیلتے ہیں اور وہ طاقتیں کہاں ہیں (ہمارا اشارہ امریکہ اور روس کی طرف ہے) جو اپنے چند فوجی قیدیوں کو رہائی کے لئے عالمی جنگ کی دھمکیاں دیتی رہتی ہیں اقوام متحدہ کہاں ہے۔ جس کے بعض اراکین ممالک کی آبادی الجزائر سے بھی کم ہے یہ الجزائر کے مسلمانوں کی بقا کا مسئلہ ہے اور مسلمانوں کی آزادی کا مسئلہ کسی کے نزدیک بھی اہم نہیں ہے۔ کہ ان کی حمایت میں آواز اٹھائی جائے۔

اگر اور کسی کو ان غریب مسلمانوں کی حمایت کی توفیق نہیں تو نہ سہی پاکستان کو تو ہونی چاہیئے۔ ہم حکومت پاکستان سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ الجزائر کے مسلمانوں کی حمایت کا بیڑہ اٹھائے اور انھیں جلد از جلد آزاد کرانے کی کوشش کرے۔

اشتہار دینے والوں کی خدمت میں

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے اجراء کا مقصد فقط یہ ہے کہ مسلمانوں کو کتاب و سنت سے روشناس کر کے ان کو اپنے اندر قرون اولیٰ والا اسلامی کردار پیدا کرنے کی دعوت دی جائے اس کو پڑھنے والے زیادہ تر وہی حضرات ہیں جن کو دین سے دلچسپی ہے۔ اس لئے ہم اس میں اشتہار دینے والے حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس امر کا ضرور لحاظ رکھیں کہ ان کے کسی قول و فعل سے اس کے اجراء کے مقصد پر زد نہ پڑ جائے اگر وہ اپنے کاروبار میں صحیح اسلامی کردار کا نمونہ بن کر دکھائیں گے تو ان کے کاروبار کو بھی فروغ ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ اور حضورؐ بھی ان سے راضی ہو جائیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے گاہکوں سے دھوکہ بازی کی تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۳ - جمادی الاول ۱۳۷۶ھ، ۷ - دسمبر ۱۹۵۶ء

انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالےٰ سے تعلق

انسان کے دنیا میں پیدا ہونے کا مقصد

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۞)

سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے - تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

حاصل

یہ نکلا - کہ انسان اور جن کی پیدائش کا اصلی مقصد فقط عبادت ہے - باقی جتنے کام انسان کرتا ہے - وہ سب غیر مقصود ہیں۔

انسان کو زندگی بھر میں فقط یہی مقصد پیش نظر رہنا چاہیئے

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۞ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۞)

سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ - کہدو - بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے - جو سارے جہان کا پالنے والا ہے - اس کا کوئی شریک نہیں - اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا - اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

مسلمان کی زندگی کا دستور العمل بھی یہی ہوگا

کیونکہ مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے - اس لئے مسلمان کی زندگی کا دستور العمل بھی یہی ہوگا - کہ زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل حیات رضاء الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے ہو۔

بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام

فقط رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

(اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ)

الآیہ سورہ الانعام رکوع ۱۰ پارہ ۷

ترجمہ - یہ (انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ تھے - جنہیں اللہ نے ہدایت دی - سو تو ان کے طریقہ پر چل۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے - تب امت تو بطریق اولیٰ اس خطاب میں شامل ہوگی - اس لئے

انبیاء علیہم السلام کے تعلق باللہ

کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں - ہمیں ان نمونوں پر چلنے کی توفیق ہو تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی راضی ہو جائے۔

حضرت ابراہیم کا اللہ تعالےٰ سے تعلق

(فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۞ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ۞ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ۞ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۞ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ۞ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ۞ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۞ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۞ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ۞ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ۞ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ۞) سورہ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ - سو وہ (تمہارے معبود) سوائے رب العالمین کے میرے دشمن ہیں جس نے مجھے پیدا کیا - پھر وہی مجھے راہ دکھاتا ہے - اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے - اور جب میں بیمار ہوتا ہوں - تو وہی مجھے شفا دیتا ہے - اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا - اور وہ جو مجھے امید ہے - کہ میرے گناہ قیامت کے دن بخش دیگا - اے میرے رب مجھے کمال علم عطا فرما - اور مجھے نیکوں کے ساتھ شامل کر - اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ - اور مجھے نعمت کے باغ کے وارثوں میں کر دے - اور میرے باپ کو بخش دے - کہ وہ گمراہوں میں سے تھا - اور مجھے ذلیل نہ کر جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان میں مندرجہ ذیل چیزیں ہیں

(۱) سوائے اللہ تعالےٰ کے باقی سب سے بیزاری (۲) میرا پیدا کرنے والا فقط اللہ ہی ہے (۳) مجھے صحیح راستہ دکھانے والا فقط اللہ ہی ہے (۴) مجھے کھانا فقط اللہ کھلاتا ہے (۵) مجھے پانی فقط اللہ پلاتا ہے (۶) مجھے بیماری سے شفا فقط اللہ دیتا ہے (۷) مجھے فقط اللہ وفات دیگا (۸) مجھے (قیامت کے دن) اللہ زندہ کریگا (۹) قیامت کے دن میری لغزشیں اللہ معاف فرمائے گا (۱۰) اے اللہ مجھے مزید علم اور حکمت اور درجات قرب وقبول مرحمت فرما (۱۱) اے اللہ مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما (۱۲) اور مجھے ایسے اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرما - کہ آئندہ آنیوالی نسلیں بھی مجھے نیکی سے یاد کریں (۱۳) اے اللہ مجھے بھی بہشت کے وارثوں (یعنی داخل ہونے والوں) میں داخل فرما (۱۴) اے اللہ میرے باپ کو بخش دے (۱۵) اے اللہ قیامت کے دن مجھے ذلیل نہ کرنا۔

حاصل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دربار الٰہی میں بہت درجہ ہے - آپ خلیل اللہ ہیں - خلّۃ ایک ایسا درجہ ہے - جس کے آگے محبت کا کوئی درجہ نہیں ہے - آپ قرب الٰہی کے اس درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں - بایں ہمہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے بیان سے میں نے پندرہ چیزیں نکال کر آپ کے سامنے پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بھی

ہر چیز میں اللہ ہی کے محتاج ہیں - اور اس محتاجی کا علی الاعلان وہ اقرار کرتے ہیں - جس طرح حضرت ابراہیم فرما رہے ہیں - مجھے تو اللہ تعالےٰ ہی کھلاتا پلاتا ہے - بیمار ہو جاؤں تو شفا بھی وہی عطا فرماتا ہے - اللہ تعالےٰ ہم مسلمانوں کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے - کہ اپنی ہر ضرورت کے لئے دروازہ الٰہی ہی پر جائیں - اور جب تک حاجت روائی نہ ہو اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی دوسرے کے دروازہ پر نہ جائیں اور جب کام ہو جائے تو شکر بھی فقط اسی کا کریں -

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لئے دعا مانگتے ہیں

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ

سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ - (جب مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو) زکریاؑ نے وہیں اپنے لئے دعا کی - کہ اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما - بے شک تو دعا کا سننے والا ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ انبیاء علیہم السلام بھی اولاد لینے کے لئے اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں - اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی اولاد نہیں دے سکتا - لہٰذا جو شخص بھی اولاد کا خواہاں ہو - وہ فقط اسی کے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے -

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اپنی شفاء کے لئے دعا مانگتے ہیں

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ ۖ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ○

سورہ الانبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ - اور جب کہ ایوبؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے روگ لگ گیا ہے - حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے - پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی - اور جو اسے تکلیف تھی - ہم نے دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے دیئے - اور اتنا ہی ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بھی دیا - اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے -

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رح کا حاشیہ

حضرت ایوبؑ کو حق تعالےٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا - کھیت مواشی - لونڈی - غلام - اولاد صالح اور عورت مرضی کے موافق عطا کی تھی حضرت ایوبؑ بڑے شکر گزار بندے تھے - لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا - کھیت جل گئے - مواشی مر گئے - اور اولاد اکٹھی دب مری - دوست آشنا الگ ہو گئے - بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے - ایک بیوی رفیق رہی - آخر میں وہ بچاری بھی اکتانے لگی - مگر حضرت ایوبؑ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے - جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گزر گئی - بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوبؑ نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے - جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی - تب دعا کی - رَبِّ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○ رب کو پکارنا تھا - کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا - اللہ تعالےٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی - زمین سے چشمہ نکالا - اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے - بدن کا سارا روگ جاتا رہا - اور جیسا کہ حدیث میں ہے - سونے کی ٹڈیاں برسائیں - غرض سب طرح درست کر دیا -

حاصل

یہ نکلا - کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں -

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ○ قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ○

سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ - کہا - اے میرے رب میرا لڑکا کہاں سے ہوگا - حالانکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں - اور میری بیوی بانجھ ہے - فرمایا - اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے - کہا - اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر - فرمایا - تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن سوائے اشارہ کے بات نہ کر سکے گا - اور اپنے رب کو بہت یاد کر - اور شام اور صبح تسبیح کر -

حاصل

یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے لئے بیٹے کی دعا فرمائی - اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرما لی - اس کے بعد زکریاؑ نے دعا کی کہ مجھے اس بات کی نشانی بتلا دی جائے کہ ماں کے پیٹ میں بیٹے کی ساخت کا کام شروع ہو گیا ہے - نشانی یہ بتلائی گئی - کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے آپ تین دن تک لوگوں سے بلند آواز سے بات نہیں کر سکیں گے - ہاں اشارہ کر سکیں گے اور پست آواز سے جو سنائی بھی نہ دے - اللہ تعالےٰ کا ذکر بکثرت کرتے رہنا - اور شام اور صبح اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہنا - اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت انبیاء علیہم السلام کی قوتوں پر بھی حاوی ہے - جتنا چاہے انبیاء علیہم السلام کو ان قوتوں سے کام لینے کی توفیق دے - اور چاہے - تو وہ بھی چھین لے - اللہ تعالےٰ نے زکریاؑ کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی ہوئی ہے - اب اللہ تعالےٰ نے چاہا - تو بلند آواز سے بولنے کی طاقت ان کی چھین لی - باقی پست آواز سے ذکر الٰہی کی توفیق نہیں چھینی اس سے واضح ہو گیا - کہ قادر مطلق اور قاہر اور قابض فقط ایک اللہ جل شانہ ہے اس کے سوا باقی مخلوقات سب عاجز اور اس کی محتاج ہے -

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بیان

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ○ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ○

سورہ مریم رکوع ۲ پارہ ۱۶

ترجمہ - کہا - بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں - مجھے اس نے کتاب دی ہے - اور نبی بنایا ہے - اور مجھے بابرکت بنایا ہے - جہاں کہیں ہوں - اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے - جب تک میں زندہ ہوں -

بیان کے نتائج

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بیان سے یہ نتائج نکلتے ہیں (۱) عیسےٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔ (خدا نہیں۔ جیساکہ موجودہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام صورت میں انسان تھے۔ حقیقت میں خدا تھے) (۲) مجھے اللہ تعالےٰ نے (اپنے فضل سے) کتاب (انجیل) دی ہے (۳) مجھے اللہ تعالےٰ نے نبی بنایا ہے۔ (اس سے ثابت ہُوا کہ انسان خود نبی نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بنا دے) (۴) اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے (معلوم ہُوا۔ کہ انبیاء علیہم السلام میں جو برکتیں ہوتی ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہیں) (۵) مجھے اللہ تعالےٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جب تک کہ مَیں زندہ رہوں (اس سے معلوم ہُوا۔ کہ انبیاء علیہم السلام بھی باوجود مرحوم و مغفور اور مقرب الٰہی ہونے کے بدنی اور مالی عبادتوں سے مستثنیٰ نہیں کئے جاتے۔)

مسلمانوں کی ذمہ داری

اسی خطبے کے ابتدا میں قرآن مجید کی ایک آیت لکھی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو انبیاء سابقین کے طریقہ پر چلنا چاہیئے۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے طریقہ پر چلنے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو بھی انبیاء سابقین علیہم السلام کے طرزِ عمل کو اپنانا ضروری ہے۔ اس لئے جن انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ خیر مَیں نے اس خطبے میں کیا ہے۔ اور ان حضرات کے ارشادات سے جو نتائج مَیں نے اخذ کئے ہیں میرا فرض ہے۔ کہ مَیں انہیں اپنے لئے چراغ راہِ ہدایت بناؤں۔ اور آپ سب حضرات کا بھی فرض ہے۔ کہ ان ہدایات کو اپنے دستور العمل کا لازمی جز قرار دیں۔

وما علینا الا البلاغ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَرْحَمَ بِالْعِیَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِبْرَاہِیْمُ اِبْنُہٗ مُسْتَرْضِعًا فِیْ عَوَالِی الْمَدِیْنَۃِ فَکَانَ یَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَہٗ فَیَدْخُلُ الْبَیْتَ وَ اِنَّہٗ لَیُدَّخَنُ وَکَانَ ظِئْرُہٗ قَیْنًا فَیَاْخُذُہٗ فَیُقَبِّلُہٗ ثُمَّ یَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاہِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاہِیْمَ اِبْنِیْ وَاِنَّہٗ مَاتَ فِی الثَّدْیِ وَ اِنَّ لَہٗ لَظِئْرَیْنِ تُکَمِّلَانِ رِضَاعَہٗ فِی الْجَنَّۃِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن سعیدؓ انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اہل و عیال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہربان کسی کو نہیں دیکھا۔ آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ مدینہ کی بلندی کی جانب کسی گاؤں میں دودھ پیتے تھے۔ اور آپؐ اس گاؤں میں اُن کو دیکھنے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپؐ گھر کے اندر تشریف لے جاتے تھے۔ جہاں دھواں گھٹا ہوتا تھا۔ اس لئے کہ دایہ کا شوہر لوہار تھا۔ آپؐ صاحبزادے کو گود میں اُٹھا لیتے اور پیار کرتے اور پھر واپس تشریف لے آتے۔ عمرو بن سعیدؓ راوی۔ کا بیان ہے کہ جب آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ نے وفات پائی تو آپ نے فرمایا یہ ابراہیمؑ میرا بیٹا ہے۔ وہ شیرخوارگی کی حالت میں مرا ہے جنت میں اس کی دو دایہ ہیں جو اس کی مدت شیرخوارگی میں اس کو دودھ پلائیں گی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَ یُقِلُّ اللَّغْوَ وَیُطِیْلُ الصَّلٰوۃَ وَیُقَصِّرُ الْخُطْبَۃَ وَلَا یَاْنَفُ اَنْ یَّمْشِیَ مَعَ الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ فَیَقْضِیَ لَہُ الْحَاجَۃَ (رواہ النسائی والدارمی)

ترجمہ (عبداللہ بن ابی اوفےٰ سے روایت ہے۔ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذکر زیادہ فرماتے اور فضول باتیں کم فرماتے نماز کو طویل پڑھتے اور خطبہ مختصر پڑھتے۔ اور حضورؐ بیوہ اور مساکین کے ساتھ چلنے میں عار نہ کرتے تھے اور اُن کا ہر ایک کام کرتے تھے۔

بقیہ کتب سماویہ صفحہ ۱۶ سے آگے

کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا کیونکہ اصولِ دین کے اعتبار سے تمام آسمانی کتابیں متفق و متحد ہیں۔ مشرکانہ عقائد کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی۔

ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اُتاریں جو حق و باطل، حلال و حرام اور جھوٹ سچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم، کتب سماویہ اور معجزات انبیاءؑ سب داخل ہو گئے اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جن مسائل میں یہود و نصاریٰ جھگڑتے چلے آرہے ہیں ان اختلافات کا فیصلہ بھی قرآن کے ذریعہ سے کر دیا گیا۔

مسیح خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ ایسا علمِ محیط ان کو حاصل نہ تھا۔ وہ اسی قدر جانتے تھے۔ جتنا حق تعالیٰ ان کو بتلا دیتا تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ۲۴ کے جواب میں خود نجران کے نصاریٰ نے اقرار کیا اور آج بھی مروجہ انجیلوں سے ثابت ہے۔ نزولِ قرآن سے سینکڑوں برس پہلے تورات نے اپنی تعلیمات و بشارات سے ان کو [illegible] - اور [illegible] کے دروازے کھول دیئے - غرض تورات و قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں - اور یہی [illegible] آسمانی [illegible]

منعقدہ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ۔

جبتک باطن کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک صحیح طریقہ سے شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا

عام طور پر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ شریعت کا حکم طبیعت کے مطابق ہو تو اس پر علی الاعلان اور بڑے شوق سے عمل کرتے ہیں۔ اگر طبیعت کے خلاف ہو تو ٹال مٹول کرینگے اور حیلے بہانے بنائیں گے۔ یہی حالت جہال کی ہے اور یہی ناتربیت یافتہ علماء کی۔ طبیعت شریعت کے تابع ہو کر چلے جو حکم ملے اس پر عمل کیا جائے۔ اس کی فقط ایک تدبیر ہے کہ ہادی کی صحبت میں باطن کی اصلاح ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ کے قریب صحابہ کرامؓ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سبھی جنتی ہیں۔ صدیق اکبرؓ ابوذر غفاریؓ اور دو چار اور صحابہ کرام کے سوا پہلے سب بت پرست تھے۔ جاہلیت کی رسموں میں غرق تھے۔ ہادیؐ نے آکر درست کیا۔ جس محنت سے کیا دنیا جانتی ہے۔ اب بھی انسان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جبتک ہادی کی صحبت نصیب نہ ہو

شریعت کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق خالق سے ہے۔ دوسرا وہ جس کا تعلق مخلوق خدا سے ہے۔ دوسرے حصہ پر عمل کرنے میں انانیت اور جاہ طلبی مانع آتی ہے۔ جبتک یہ نہ نکلیں اصلاح نہیں ہوتی۔ ہادی کی برکت سے یہ دونوں نکل جاتی ہیں ہادی کو اپنی توجہ سے طالب کے قلب کو بہت مانجنا پڑتا ہے۔ بشرطیکہ طالب ہادی سے وابستہ رہے۔ جب تک یہ دونوں روحانی بیماریاں نہ نکلیں۔ مخلوق خدا سے تعلق درست نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر بیوی پیاری ہے تو سبحان اللہ! سب کچھ اسی کا ہے۔ جو مانگے سب کچھ لاکر دیتے ہیں مجال کیا ہے کہ اس کی فرمائش پوری نہ کریں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ النساء رکوع ۳ پ ۴) ترجمہ (اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو) پر عمل بھی ہے۔ اگر دل سے اتر گئی تو نہ نمک نہ آٹا اور نہ دال لاکر دیتے ہیں۔ پھر عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ بھول گئے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔

صلہ رحمی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جس کے ساتھ صلہ رحمی کی جاتی ہے۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے)

اگر بھائی بہنوں سے خوش ہیں اور انہوں نے لڑکی کا رشتہ ان کے بیٹے کو دے رکھا ہے تو ان کو ہر موقعہ پر بلاتے ہیں۔ گھر میں پھل فروٹ جو کچھ آتا ہے۔ سب میں سے ان کو بھیجتے ہیں۔ پھر حضورؐ کا یہ ارشاد بھی یاد ہے اور صلہ رحمی کا حق بھی ادا ہو رہا ہے۔ اگر ان سے ناراض ہیں تو وہ دیوار با دیوار بھی ہیں تو نہیں بلاتے۔ پانچ میل سے دفتر کے دوست آئیں گے۔ پھر نہ حضورؐ کے اس ارشاد کی پرواہ ہے اور نہ صلہ رحمی کا خیال ہے۔ اگر طبیعت شریعت کے احکام کو نہیں مانتی تو شریعت حذف ہو جاتی ہے ہادی آکر درست کرتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی ہادی مل جائے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے آسان ہوتے ہیں۔ مگر ہادی کا ملنا اس سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں۔ اگر ہادی مل جائے تو ان سے ہر شخص اپنی اصلاح نہیں کرا سکتا۔

ع۔ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ہادی کے لئے پہلی شرط ہے کہ وہ کتاب و سنت کا متبع ہو۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ایک شخص آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے۔ اگر اس کا فعل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔

آپ کے دادا پیر حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ وہ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا۔ ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے اب میں نے اس کو ساتویں بار چھپوایا ہے۔ ان کا ترجمہ سندھ میں بہترین سمجھا جاتا ہے اور بہت مقبول ہے۔ دائیں طرف والے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ عالم نہ تھے۔ لیکن انہوں نے ایک عالم رکھا ہوا تھا۔ جس کا سارا خرچ اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ بعد میں ان کو اپنی صاحبزادی کا رشتہ بھی دے دیا تھا۔ ان سے صبح قرآن مجید کا درس سنتے تھے اور عصر کے بعد بخاری شریف کا جب درس شروع ہوتا تو حضرت رحمہ اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔ جب چادر اٹھا لیتے تو مولوی صاحب سمجھ جاتے اور درس بند کر دیتے۔ یہ سب اہتمام اس لئے فرمایا تھا کہ کوئی قدم شریعت کے خلاف نہ اٹھنے پائے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ شریعت کے دو حصے ہیں۔ مخلوق خدا کے ساتھ جس حصے کا تعلق ہے۔ اس میں "میں" آڑے آتی ہے "میں" مرے گی تو حضورؐ کے مندرجہ بالا ارشاد پر صحیح معنوں میں عمل ہو سکے گا۔

جن کی "میں" نہیں مرتی۔ خوشی کے موقعہ پر ان سے جب کہا جائے کہ بہن بھائی کو بھی بلا لیجئے تو جواب دیں گے کہ کیا میں اسی باپ کا بیٹا نہیں ہوں۔ میں ان سے بڑا ہوں ان کو میرے پاس آنا چاہیئے۔ میں کیوں جاؤں؟ اگر شریعت کا ذکر کیا جائے تو جواب ملیگا کہ مولوی تو اُلٹی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک زمیندار خادم تھا۔ کسی بات سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہو گیا۔ بیعت کے بعد ۳۳۔ ۳۴ سال تک زندہ رہا اور بقیہ تمام زندگی حضرت رح کے خلاف مقدمہ بازی کرتا رہا۔ حضرت رح ساری عمر اس پر شفقت فرماتے رہے۔ اس نے ایک دفعہ سرکاری درخت کاٹ لیا۔ پولیس نے گرفتار کر لیا تو حضرت رح نے سفارش فرما کر چھوڑوا دیا۔ اور درخت کی لکڑی بھی دلوا دی۔ کہ شاید اس بیچارے کو ضرورت ہوگی۔ حضرت رح حج پر تشریف لے جانے لگے۔ تو اس کے ہاں چل کر گئے اور اس سے معافی مانگی۔ یہ ہے انانیت کا فنا ہونا۔ جن پر رنگ چڑھا ہوا ہو۔ وہ اس طرح زندگی بسر فرماتے ہیں۔ یہ چیز اللہ والوں کے ہاں ملتی ہے۔ کسی نے کہا ہے ع

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

جب "میں" نہ رہیگی اور ہستی فنا ہو جائے گی تو خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی ہستی فنا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ ہادی ہستی فنا کر کے رکھ دیتا ہے۔ وہ مانج کر رکھ دیتا ہے۔ بشرطیکہ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو۔ کامل کی صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔ گھوڑا منہ زور اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ جب چابک سوار سدھا دیتا ہے تو ٹھیک چلتا ہے۔ اسی طرح ہادی سدھاتا ہے۔ وہ سکھلاتا ہے۔ کہ خلق خدا کے ساتھ کس طرح چلنا چاہیئے۔ پھر یہ سیدھا چلتا ہے۔ میں اپنے آپ کو کسی سے پاکباز نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالےٰ میری مغفرۃ فرمائے۔

میرے دونوں مربیوں نے میری ہستی فنا کر دی۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ اما بنعمت ربک فحدث۔ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے ماتحت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

جب میں نے مدرسہ قاسم العلوم بنایا تو غیر تو پہلے ہی خلاف تھے۔ اپنے بھی خلاف ہو گئے اخبارات میں میرے خلاف مضامین شائع کئے گئے۔ غیر شائع کرائیں اور اپنے مواد بہم پہنچائیں اندھوں کے اسکول میں جلسے کئے گئے۔ نمازی خدابخش صاحب غصے میں بھرے ہوئے ایک دن میرے پاس آئے کہ آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے کہ ہم جواب دیں ہمارے ہاتھ میں بھی قلم ہے۔ ہمیں بھی لکھنا آتا ہے اور ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں نے ان کو ٹھنڈا کر کے بھیج دیا۔ میرے خلاف یہاں تک بہتان طرازی کی گئی۔ میں نے یہ مدرسہ عورتوں کے رکھنے کے لئے بنایا ہے۔ میرے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ

سورہ القلم رکوع ۱ پ ۲۹۔ ترجمہ

(پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے
اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم
میں سے کون دیوانہ ہے)

تھانہ بھون حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میرے خلاف کفر کا فتوےٰ لینے کے لئے لکھا گیا۔ لیکن انھوں نے ان کو غلطی پر اور مجھے حق پر ثابت کیا۔ بعض دوستوں نے وہاں سے فتوے کی نقل منگوا کر وکیلوں سے بھی مشورہ کیا تاکہ انکے خلاف ہتک عزت کا دعوےٰ دائر کیا جائے۔ وکیلوں نے کہا کہ احمد علی دعوےٰ کر سکتا۔ مولوی کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے وہ مخلص تھے۔ مگر مخالفین کے بہکاوے میں آ کر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن میرے بڑے لڑکے مولوی حبیب اللہ سے ملے اور کہنے لگے کہ تیرے باپ میں ایک خوبی دیکھی ہے کہ اس نے مخالفین کے حق میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا مدرسہ قاسم العلوم کے مقابلہ میں مدرسہ بنایا گیا انجمن خدام الدین کے مقابلہ میں انجمن بنی۔ لیکن نہ مدرسہ رہا اور نہ انجمن رہی۔ اللہ تعالےٰ تو سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے دلوں کی نیتوں کو بھی جانتا تھا اور میرے دل کی نیت کو بھی ایک عالم جس نے مجھ سے قرآن مجید پڑھا تھا حنفیت سے علیحدہ ہو کر اہلحدیث ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن مجھے دیکھ کر لسوڑیاں والی مسجد میں گھس گئے۔ میں ان کے پیچھے گیا اور پیچھے سے جا کر ان کو بغل گیر کر لیا۔ میرا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ میرے دونوں مربیوں کی برکت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہستی فنا کر دی ہے۔

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے خدا کے ساتھ سیدھا چلنے میں نفس اٹھے آتا ہے۔ نفس کو مسلنے کی تدبیر ہادی بتلاتا ہے۔ اس کا سبب حرام اور مشتبہ مال کا استعمال ہے۔ ہم نے اگر بھینس رکھی ہوئی ہے اور اس نے کسی کے کھیت سے اسکی بلا اجازت دو چار لقمے کھا لئے تو اس کا دودھ مشتبہ ہو گیا رشوت، چوری، ڈاکہ وغیرہ سے حاصل شدہ مال حرام ہو جاتا ہے۔ اَلْحَرَامُ يَجُرُّ إِلَى الْحَرَامِ۔ (ترجمہ۔ حرام مال حرام کی طرف لے جاتا ہے) جو لوگ اپنے بیوی بچوں کو حرام مال کھلاتے ہیں۔ یہ ان کو خدا کی طرف نہیں آنے دیتا مشتبہ اور حرام مال سے بچنے کے لئے ہادی کی نگرانی ضروری ہے۔ لیکن ایسا ہادی جو باطن کا بینا ہو۔ لاکھوں میں کوئی ہو گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک غلام تھا۔ اس نے آپ کو کھانے کی کوئی چیز لا کر دی۔ انھوں نے کھا لی۔ بعد میں جب اس سے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں اس کا ایک دوست تھا۔ جس کو وہ غائب کی من گھڑت باتیں بتلایا کرتا تھا۔ اس نے وہ چیز مجھے دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد انگلی ڈال کر قے کر دی۔

یہ ہے مشتبہ مال سے بچنا اللہ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ بھی آتا ہے۔ جس میں حلال حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مقصود بالذات نہیں۔ لیکن اگر ایسا شخص مل جائے تو اس کی نگرانی میں رہے۔ جو کھائے یا پیئے۔ اس کو دکھا کر کھائے یا پیئے۔

میں نے عرض کیا کہ اگر ہادی سے تعلق نہ ہو تو نہ خدا سے اور نہ مخلوق خدا سے تعلق درست رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ہادی سے باطن کی صفائی کرا کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔ اگر یہاں اصلاح باطن نہ ہوئی تو قبر میں کرانی پڑے گی۔

غبارِ راہِ مدینہ

(از جناب مولٰنا عبد الحمید صاحب سروش لاہور)

کشاکشہائے عالم کی فضا کچھ اور کہتی ہے
رہِ جذبِ دیارِ مصطفٰےؐ کچھ اور کہتی ہے

غبارِ کاروانِ یثرب و بطحا کے ذرّوں میں
شبیہِ نقشِ پائے مصطفٰےؐ کچھ اور کہتی ہے

زمانہ اِک نئی تہذیب کا پیغام لایا ہے
محمدؐ کے غلاموں کی حیا کچھ اور کہتی ہے

رہِ حُبِّ نبیؐ میں جان دینا بھی شہادت ہے
رضا کچھ اور کہتی ہے قضا کچھ اور کہتی ہے

تھکا ہارا مسافر ہوں یہاں بیٹھا وہاں ٹھیرا
قوٰی کچھ اور کہتے ہیں وفا کچھ اور کہتی ہے

نہ سلجھائیں خرد نے گتھیاں غمہائے اُلفت کی
جنون و فوجِ طفلاں کی ادا کچھ اور کہتی ہے

شفایابی مریضِ عشق کی ممکن نہیں اب تو
مرض کچھ اور کہتا ہے دوا کچھ اور کہتی ہے

سرِ راحت طلب کو سرخوشی سے کام ہے ہردم
دلِ آشفتہ کی خوئے وفا کچھ اور کہتی ہے

غزل خوانی سروش اپنی الاپے جا رہی ہے کچھ
فغان و آہ ملّت کی صدا کچھ اور کہتی ہے

"مُسلماں"

(از جناب قیصر درانی - اسلامیہ کالج ملتان)

عافیت کیش کبھی مرد مسلماں نہ ہُوا
مصلحت کوش کبھی بندۂ ایماں نہ ہُوا

دربدر خوار کبھی سائلِ یزداں نہ ہُوا
اور نگوسار کبھی حاملِ قرآں نہ ہُوا

جنس بے مایہ رہا گوہرِ تاباں نہ ہُوا
خُون کا قطرہ جو آویزۂ مژگاں نہ ہُوا

شعلۂ غم اُفق پہ چمکا تو جہاں
منظرِ شام رہا، مطلع تاباں نہ ہُوا

دل رہا اپنا اسیرِ ہوس زیست مدام
اور جینا ہمیں دم بھر کو بھی آساں نہ ہُوا

گوہرِ اشک سے دامن کو بھرے بیٹھا ہُوں
تیرا برباد کبھی بے سروساماں نہ ہُوا

آج بھی نگہ مسلماں پہ ہیں کونین نثار
آہ افسوس مسلماں ہی مسلماں نہ ہُوا

ہجرتِ حبشہ

(از جناب مولانا احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند)

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین -

حق و باطل کی جنگ ابتداء آفرینش سے جاری ہے - اور قیامت تک جاری رہے گی - اتواصوبہ بل ہم قوم طاغون - کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کی ہے - ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لوگ سرکش ہیں -

اب سے قریب چودہ سو برس پہلے گلستانِ عالم میں خزاں کے بعد بادِ بہاری کے مقابلہ میں بربادی کی آندھی بھی چلی - جس نے مکّہ کے فرزندانِ توحید کو پریشان کر دیا - کچھ مسلمانوں نے مجبور ہو کر حبشہ کو ہجرت کی جہاں کے نیک دل اور عادل بادشاہ نے جس کا لقب نجاشی اور مذہب عیسائی تھا ان کو پناہ دی -

کفار کو یہ بھی ناگوار ہوا کہ اتنے مسلمان ان کے چنگل سے نکل گئے - اس لئے انہوں نے عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک وفد کو کچھ تحفے دے کر نجاشی کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ ان پناہ گزین مسلمانوں کو مکّہ واپس لائے -

جب یہ لوگ حبشہ پہنچے تو عمرو بن العاص نے ان سے کہا کہ یہاں کا بادشاہ شریف اور منصف ہے - اس سے ہرگز امید نہیں کہ وہ ہماری باتوں سے متاثر ہو کر ان غریب پناہ گزینوں کو ہمارے حوالہ کر دے گا - ان حقیر تحفوں کو بھی وہ کیا خاطر میں لائے گا - لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ان تحفوں کے ذریعہ سے پہلے اس کے اہلِ دربار کو ہموار کریں - تاکہ وہ اگر ہماری حمایت نہ کریں تو کم از کم مخالفت بھی نہ کریں - اس صورت میں ممکن ہے کہ ہم بادشاہ کو اپنے مطالبہ کی معقولیت کا قائل کر سکیں -

ارکانِ وفد نے اس تجویز کو پسند کیا - اور تمام بڑے درباریوں کو ہدیے دے کر اپنا ہمخیال بنا لیا - اور ان کے توسط سے دربار میں رسائی حاصل کر لی -

جب بادشاہ نے ان کے آنے کا سبب پوچھا تو عمرو بن العاص نے عرض کیا "اعلیٰ حضرت - ہمارے ملک میں ایک شخص نے خدا کا رسول ہونے کا دعوےٰ کیا ہے - اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نیا دین پیش کیا ہے - جسے ہم نے باطل سمجھ کر ٹھکرا دیا ہے - لیکن کچھ نادان اس پر ایمان لے آئے ہیں - انہیں میں سے کچھ لوگ بھاگ کر آپ کے ملک میں آئے ہیں - ان کے خاندان کے اکابر نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ ان کو واپس لیجائیں -

اہلِ دربار نے جن کو رشوت مل چکی تھی اس تقریر کی تائید کی اور کہا کہ یہ مطالبہ معقول ہے - ان کے آدمیوں کو ان کے حوالہ کر دینا چاہئے - ہم کو کوئی حق نہیں ہے کہ ان کو پناہ دیں -

نجاشی بولا - جو لوگ میرے پاس پناہ لینے آئے ہیں ان کو دشمنوں کے حوالہ کرنا مروّت اور دیانت کے خلاف ہے - میں یک طرفہ بیان سُن کر کوئی فیصلہ نہیں دے سکتا - تحقیق کے لئے دوسرے فریق کا بیان سُننا بھی ضروری ہے - لہٰذا پناہ گزینوں کو دربار میں حاضر کیا جائے -

جب یہ شاہی فرمان مسلمانوں کو ملا تو وہ سمجھ گئے کہ ان کو دربار میں کفار سے معارضہ اور مناظرہ کرنے کے لئے بُلایا گیا ہے - انہوں نے عمرو بن العاص کے مقابلہ میں حضرت جعفر طیار کو اپنا نمائندہ بنایا اور دربار کو روانہ ہوئے -

اِدھر عمرو بن العاص نے بادشاہ کو مشتعل کرنے کے لئے یہ پٹی پڑھائی کہ یہ مسلمان جہاں پناہ کو دھوکا دینے کے لئے مظلوم اور مسکین بنے ہوئے ہیں - درحقیقت یہ ایسے مغرور اور سرکش ہیں کہ جہاں پناہ کی شان میں بھی گستاخی سے نہیں چوکتے - ان کے ارادے خطرناک ہیں یہ سیاسی اقتدار حاصل کر کے ملک کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں - ان کی تمام حرکات سکنات ان کی نیت کی غمازی کرتی ہیں - جب آج کل ان کی یہ مجال ہے - تو آئندہ کیا حال ہوگا - ان کا حوصلہ بڑھانا مارِ آستین پالنا ہے -

نجاشی نے یہ تقریر بہت توجہ سے سُنی اور پوچھا کہ تمہارے دعوے کی دلیل کیا ہے ؟ عمرو بن العاص نے جواب دیا - کہ جہاں پناہ کو فراست سے سب کچھ معلوم ہو چکا ہوگا - تاہم ان کے تکبر کی بین دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ جہاں پناہ کے مقام و منصب کو ملحوظ نہیں رکھتے - اور دربار میں حاضر ہو کر سجدہ نہیں کرتے - جب یہ دربار میں آئیں تو جہاں پناہ ان کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں - جس سے میرے قول کی تصدیق ہو جائے گی -

اس کے بعد حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب بھی آ گئے اور اجازت لے کر دربار میں داخل ہوئے اور بے تکلفی سے سلام کر کے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے - نجاشی کو یہ بات کھٹکی اور اس نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا کہ تم نے دربار کے آداب کے بموجب مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا ؟

حضرت جعفرؓ نے بیباکی سے جواب دیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے - جس رسول پر ہم ایمان لائے ہیں اس کی تعلیم کی بنیاد ہی توحید الٰہی پر ہے - ہمارے نزدیک اللہ کے بعد سب سے بڑا درجہ رسولؐ کا ہے - اگر ہم غیر اللہ کو سجدہ کرتے تو رسولؐ کو کرتے - جب ہم رسولؐ کو سجدہ کرنا جائز نہیں سمجھتے تو کسی دوسرے کو کیونکر کر سکتے ہیں - ہم اپنا وطن چھوڑ کر یہاں اسی لئے آئے ہیں کہ وہاں ہم کو مذہبی آزادی حاصل نہیں تھی اگر یہاں بھی مشرکانہ رسوم ادا کرنے پر اصرار ہے تو ہمارا آنا ہی بیکار ہے -

حضرت جعفرؓ طیار کے اس کردار سے ہم کو بہت سے سبق ملتے ہیں - غور کیجئے کہ وہ ایک غیر ملک اور غیر حکومت میں پناہ گزین تھے - ان کے جانی دشمن ان کو گرفتار کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے اور اس مقصد کے لئے بادشاہ کے کان بھر رہے تھے - بادشاہ مطلق العنان اور شخصی حکمران تھا - جس کا قول ہی قانون تھا - وہ اس مفروضہ بے ادبی پر ناراض ہو کر ان کو قتل کرا سکتا تھا اور اس کے فیصلہ کے خلاف کوئی مرافعہ نہیں ہو سکتا تھا - لیکن ان کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا - اس لئے انہوں نے رضاء الٰہی کو مقدم سمجھا اور خالق کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی - در اصل جو خدا سے ڈرتا ہے وہ دُنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتا اور جو خدا

سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے۔ خالق اور مخلوق دونوں کا خوف اجتماع ضدین ہے۔ جس کی گنجائش کسی ایک قلب میں نہیں ہوسکتی۔ کاش آج کل کے مسلمان اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ اور اپنے اندر اخلاقی جرأت پیدا کریں۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ دنیا میں کئی مذہب رائج ہیں۔ اگر تم کو اپنے آبائی دین سے تسکین حاصل نہیں ہوئی تو کوئی دوسرا مذہب اختیار کرسکتے تھے۔ سب کے خلاف ایک نیا طریقہ کیوں ایجاد کیا؟

حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔ اے بادشاہ۔ ہم جاہل۔ گمراہ اور گنہگار تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ پڑوسیوں کو تکلیف دیتے تھے۔ کمزور کو لوٹتے تھے۔ ایک طویل مدت تک ہماری یہی حالت رہی خدا نے ہماری ہی قوم میں سے ہمارے لئے ایک نبی بھیجا جس کی شرافت۔ صداقت دیانت۔ امانت سے ہم پوری طرح واقف تھے۔ اس نے ہم کو صرف ایک خدا کی عبادت کی تلقین کی۔ اور شرک سے منع کیا۔ سچ بولنے امانت ادا کرنے۔ قرابت داروں سے محبت کرنے۔ ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا اور باہم لڑنے جھگڑنے۔ جھوٹی گواہی دینے۔ یتیم کا مال غصب کرنے۔ بدگمانی اور بہتان سے روکا۔ ہم نے اس کی تعلیم کو تسلیم کیا۔ اس کے تمام احکام بجا لائے اور برے کاموں سے توبہ کی۔ ہمارے عقائد و اعمال کی اس تبدیلی سے ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی۔ اور ہم سے یہ دین چھڑانے کے لئے ہم پر ظلم کرنے لگی۔ جب ان لوگوں میں ہمارا رہنا ناممکن ہوگیا اور ان کا جور و تشدد حد سے بڑھ گیا تو ہم نے اپنا ملک چھوڑ کر آپ کی سلطنت میں پناہ لی۔

جب عمرو بن العاص نے بادشاہ کے قیافہ سے اس تقریر کا اثر محسوس کیا تو اس اثر کو زائل کرنے کے لئے اس کے مذہبی جذبات کو ابھارنا مناسب سمجھا اور عرض کیا۔ جہاں پناہ۔ ان لوگوں نے ہوشیاری سے تصویر کا ایک رخ دکھایا ہے۔ اور اپنے مذہب کی صرف وہ باتیں بیان کی ہیں جن سے کسی کو اختلاف نہیں ہوتا۔ ان کے عقائد ہم جانتے ہیں یہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو نہیں مانتے۔ بلکہ ان کی توہین کرتے ہیں۔ اگر جہاں پناہ کو یقین نہ ہو تو ان سے پوچھیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے قائل ہیں یا نہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوا ہے اس کا کچھ حصہ سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے چند ایسی آیتیں سنائیں جن میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کا ذکر خیر تھا۔ اس کلام سے نجاشی اور اہل دربار پر رقت طاری ہوگئی۔ نجاشی بولا۔ واللہ انجیل اور یہ کلام ایک ہی مخرج سے نکلے ہوئے دو چشمے معلوم ہوتے ہیں۔

یہ بات قابل لحاظ اور افسوسناک ہے۔ کہ آج کل مسلمانوں پر بھی قرآن کا وہ اثر نہیں ہوتا جو قرون اولیٰ میں غیر مسلموں پر ہوتا تھا۔

اس کے بعد حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے دریافت کیجئے کہ کیا ہم ان کے غلام یا قرضدار ہیں یا ہم نے ان کے کسی آدمی کو قتل کیا ہے جس کا قصاص یہ چاہتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بات ہو تو ان کا مطالبہ درست ہے اور آپ ہم کو ان کے حوالہ کر دیجئے۔ ہم کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔

نجاشی نے عمرو بن العاص کی طرف دیکھا۔ وہ بولے۔ یہ نہ غلام ہیں اور نہ ان کے ذمہ قرض اور قصاص ہے۔

نجاشی نے کہا۔ پھر تم کس بنا پر توقع رکھتے ہو کہ میں ان غریب پناہ گزینوں کو تمہارے حوالہ کردوں تاکہ تم ان پر ظلم کرو؟

چنانچہ کفار کا وفد نامراد واپس گیا۔

خلفاء راشدین اور بنو امیہ نے تمام شمالی افریقہ فتح کر لیا مگر حبشہ پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ بعد ازاں عثمانی ترکوں کا عروج ہوا اور ان کی حکومت بھی پورے شمالی افریقہ پر قائم ہوئی لیکن انہوں نے بھی حبشہ کو نہ چھیڑا۔ دیگر مسلمان سلاطین نے بھی ہر زمانہ میں اس کی آزادی کا احترام کیا۔ حالانکہ اس پر قبضہ کرنا ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی جبکہ اس سلطنت حبشہ کو وجود میں آئے ہوئے تین ہزار برس گذر گئے ہیں یہ بدستور آزاد اور خود مختار ہے۔ اس کا سرکاری مذہب عیسائیت ہے اور اکثریت بھی عیسائیوں کی ہے۔ مسلمانوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان۔" احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

شادی کمیشن کی تباہ کاریاں

(از جناب مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

(گزشتہ سے پیوستہ)

۵ طلاق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے البغض المباحات سب مباح چیزوں میں سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ سوائے انتہائی مجبوری کے کسی اور طرح اس کو استعمال میں نہ لایا جائے اگر اس طرح تین ایک قرار دی جائیں گی تو ایک دو تین اور زیادہ دینے میں بھی انسان اور بیباک بن جائے گا۔ اور حضورؐ نے اس صورت کو معصیت قرار دیا ہے۔ تو گویا اس طرح معصیتوں کا دروازہ کھلے گا۔ اور یہ تجویز بجائے اصلاح کے اور گناہوں کے زیادہ ہونے کا سبب بن کر رہے گی۔

۶ تین طلاق تین اور مغلظہ ہو کر بغیر حلالہ کے عورت حلال کر ہی نہ سکیں تو انسان اس کے ارتکاب سے رُک جائیگا۔ کسی بُری بات سے روکنے کا ذریعہ سزا کا سخت ہونا ہی ہے۔ بُرائی پر نرمی ایک بُرائی ہی ہے۔ جس طرح شرعی سزائیں مُلک میں جاری نہ ہونے کی وجہ سے جرائم عام ہو رہے ہیں اسی طرح یہ شرعی سزا جاری نہ ہونے سے یہ ناپسندیدہ شئے بلکہ معصیت عام ہو جائیگی۔ اور ایک قرار دینے کی تجویز کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طلاق دھڑا دھڑ دیدی جایا کرے گی۔ پھر سوچ کر دیکھئے کہ اس سے کتنی عورتیں روزانہ آباد سے غیر آباد ہوں گی اور کتنے بچّے ماں باپ سے چھوٹ چھوٹ جائیں گے۔ اپوا اور ہوا خواہان اپوا نے اچھا سلوک کیا اور خوب قانون پیش کیا کہ ہزاروں عورتیں اور معصوم بچّے روتے بلبلاتے پھرا کریں گے۔ اور کہنے والے گناہ میں مبتلا ہوا کریں گے کیونکہ ایک دم تین گناہ ہے۔

اصلاح

اس دفعہ کو اگر ایسے کیا جائے کہ جو شخص ایک دم تین طلاق دے گا طلاق ہو جائے گی۔ اور حلالہ بغیر دوبارہ نکاح نہ ہو سکے گا۔ اور عدالت سے اس کو سزا بھی قید ہوگی جو حاکم کی رائے پر ہے۔ تو گناہ کی سزا کے لئے دہشت اور فائدہ حاصل ہو۔

دفعہ (۶) بیوہ کے گزارہ کے لئے جو رقم معین ہو وہ زمین کے مالیہ کی صورت میں لیجائے

افسوس کہ مجھے باوجود بہت سے احباب سے فرمائش کرنے کے سفارشات کی اصل کاپی نہ مل سکی۔ صرف وہ اقتباسات سامنے ہے جو کسی رسالہ و اخبار دیدیئے تھے۔ اس لئے اس دفعہ کی تفصیلات بھی معلوم نہیں ہو سکیں۔ بیوہ کے خرچہ کی رقم کس پر ہوگی، کیوں ہوگی، کون معین کرے گا، کس اوسط سے معین ہوگی اور کس مدت تک یا تا حیات معین کی جائے گی۔ یہ سب باتیں محتاج تفصیل ہیں اور بغیر ان تفصیلات کے اس کے صحیح و غلط ہونے کی تعیین مشکل ہے۔

بظاہر جو مفہوم معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ بیوہ کو تا حیات شوہر کے ترکہ میں سے گزارہ ملنے اور اس کو لازمی طریق سے وصول کرنے کی تجویز ہے جس میں یہ باتیں پنہاں ہیں۔ (الف) بیوہ نکاح ثانی نہ کرے گزارہ لیا کرے (ب) شوہر کے مرجانے کے بعد بھی اس کا خرچہ شوہر ہی کے ذمہ رہا۔ وہ نہیں تو اس کا مال اور مال نہ ہو تو اس کے وارثوں سے وصول کیا جائے۔ (ج) یہ وصولی اختیار اور خوشی سے دینے پر نہیں جبراً ہوگی اگر کوئی نہ دے سکے تو اس کا مال قرق ہو یا اس کو جیل خانہ بھیجا جائے (د) گزارہ کی مقدار عدالت معین کرے گی (ہ) گزارہ معین ہونا یہ بتاتا ہے کہ عورت کو میراث سے محروم کرانا ہوگا۔

ان میں سے ہر ہر نمبر اپنی جگہ قابلِ تردید ہے۔ (الف) اس لئے کہ ارشاد باری ہے فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (نہ روکو عورتوں کو اس سے کہ وہ اپنے (ہونے والے) شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ وہ آپس میں رضامند ہو چکیں) وغیرہ (ب) یہ بات خود بے اصل ہے نہ شرعاً صحیح نہ عقلاً کیونکہ خرچہ نکاح کی وجہ سے تھا مرنے پر نکاح ختم ہو گیا اور پھر یہ کہ مرنے والے کی ملک کوئی چیز نہیں رہی وہ سب ترکہ وارثوں کا ہو چکا ہے۔ عجیب معمّہ ہے کہ نکاح تو مرنے والے سے ہوا تھا اور خرچہ وارثوں پر ہو۔ خصوصاً جبکہ نکاح بھی ختم ہو چکا (ج) جب وارثوں پر واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو جبراً کسی سے وصول کرنا کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ آیت لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (آپس میں اپنے مال حرام طریقے سے نہ کھاؤ) سے حرام ہوگا۔ ہاں اگر کوئی وارث جو بالغ بھی ہو اور ترکہ وصول کر کے اپنے حصہ پر قابض بھی ہو چکا ہو اس میں سے دیدے یا اپنے پاس سے خوشی سے دیدے وہ الگ بات ہے ورنہ عورت اپنے میراث کے حصّہ پر قبضہ کرے اور تا عدت خود کسب معاش کرے بعد میں نکاح کرے (د) نہ گزارہ کسی کے ذمہ رکھنا جائز نہ مقدار معین کرنا۔ یہ تو اس شخص پر صریح ظلم ہے جس کے ذمہ رکھا جائے گا۔ ہاں کوئی خوشی سے اپنے پاس سے کچھ دے تو اس میں حکومت کو معین کرنے کا کیا حق ہے۔ وہ اس کا احسان ہے دے نہ دے یا جب تک چاہے دے اور جتنا چاہے دے (ہ) قرآن شریف نے بیوی کی میراث شوہر کے اولاد ہو تو ۱/۸ اولاد نہ ہو تو ۱/۴ کل ترکہ کا قرار دیا ہے۔ اس کے خلاف کرنا حرام ہے گزارہ مقرر کرا کے میراث سے محروم کرنا عورت پر ظلم ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ ۱/۴ یا ۱/۸ ہزاروں لاکھوں تک پہنچے گا۔ اور اگر مقررہ سے عورت کا حصّہ کم ہوگا تو جس کے ذمہ مقرر کیا جائیگا اس پر ظلم اور آیت مذکورہ بالا سے گناہ ہے۔

اصلاح

بیوہ کی میراث کا حصّہ تقسیم کرا کے دلائے یا اس کا آمدنی کا روپیہ بطور مالیہ وصول کر کے دے۔ اگر عورت لینا چاہے۔

دفعہ (۷) کوئی شخص پہلی بیوی کی موجودگی میں عدالت کی اجازت کے بغیر دوسری شادی نہ کرے

یہ دفعہ بھی قرآن شریف احادیث اور اجماع اُمّت کے خلاف ہے اور عقل سے بھی بالکل لغو ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ خطرناک بھی ہے۔ لہٰذا امورِ ذیل ملاحظہ ہوں مگر سب سے پہلی لغویت یہ ملاحظہ ہو کہ اگر حق تلفی کا خدشہ ہے تو پہلی بیوی کی حق تلفی کا

ہے۔ رضامندی درکار تھی تو اس کی ہوتی، عدالت جس میں رشوت وغیرہ کا شبہ ہے۔ اس کی رضامندی کیوں ضروری ہے۔ اور اگر عورت خود کسی وجہ سے راضی ہو تو مدعی سُست گواہ چُست کیوں ہے۔ اور پہلے سے پہلے ہی حق تلفی کیسے فرض کی جاسکتی ہے اگر کوئی سلیم الطبع انسان ہو تو اس کو پیشگی جکڑ بند کرنا اس کی سخت توہین ہے جو اس سے برداشت نہ ہوگی۔

۱ (الف) آیت فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (تو نکاح کرلو جو پسند آئے تم کو عورتوں میں سے دو دو تین تین چار چار) اور اس پر تمام اُمّت کا اجماع ہے کہ چار جائز ہیں۔ زائد جائز نہیں (کمالین شرح جلالین وغیرہ) جب حق تعالیٰ نے مردوں کو چار چار کی اجازت دی ہے تو اس پر عدالت کی اجازت کی قید لگانا خدائی حکم کو عدالت کے کٹھرے میں بند کرنا ہے اس کو کون جائز رکھ سکتا ہے۔ اور مسلمان چاہے کتنے ہی کم اعمال ہوگئے ہوں مگر خدائی احکام پر دوسروں کی کتر بیونت کو برداشت کرنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہوسکتے۔

لاہور کے ایک یُورپ زدہ صاحب نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ حکم صرف اس وقت کا ہے جب جنگ کی وجہ سے یتیم لڑکیوں کی کثرت تھی۔ چنانچہ اُوپر سے یتیموں کا ذکر آرہا ہے۔ یہ حکم عام نہیں ہے مگر ان کی یہ تاویل جس میں سے یُورپ کی سڑی ہُوئی بدبو آ رہی ہے تمام اُمّت کے اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود قرار دیجائیگی دوسری بات یہ ہے کہ اُوپر سے یتیم لڑکیوں کا ذکر ہے یہ بھی غلط ہے یہ آیت سورہ نساء کی تیسری آیت ہے۔ پہلی آیت يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ذات سے پیدا کیا ہے اور ان سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائی ہیں اور اپنے رب سے ڈرو جس کے نام کے حوالوں سے تم ایک دوسرے سے سوالات کرتے ہو اور قرابت کے حقوق تلف کرنے سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالےٰ تمہارے نگران ہیں۔ اور دوسری آیت واٰتوا الیتامٰی اموالھم ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ یتیموں کو ان کے مال دیدو تم حرام کو حلال سے نہ بدلو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ بڑا گناہ ہے۔ تیسری آیت یوں شروع ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

تقسطوا جس کا مضمون یہ ہے اور اگر تم اس سے ڈرے ہُوئے ہو کہ یتیموں میں انصاف نہ کروگے تو نکاح بھی کرو جو پسند آئیں۔ عورتوں میں سے صرف دو دو تین تین چار چار سے۔ (اس میں سے نہیں جیسے لوگ کر لیتے تھے اور تنگ کرتے تھے) پھر اگر تم کو خوف ہو کہ ان میں بھی تم برابری نہیں کرسکوگے تو ایک سے نکاح کرو یا باندیوں پر قناعت کرو۔ یہ اس کی قریبی بات ہے کہ تم ظلم نہ کرسکو اور دیا کرو عورتوں کو ان کے مہر خوش خوشی پھر اگر وہ خوش دلی سے کچھ معاف کردیں تو اُس کو کھاؤ عمدہ پاکیزہ قرار دے کر فقط۔ اُوپر سے تو خدا سے ڈرنے اور آدم علیہ السلام اور حوّا علیہ السلام کے پیدا فرمانے اور ان سے تمام انسانوں کے پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر تھا۔ پھر اس کے نام سے ایک دوسرے کو نرم دل کرنے کی نعمت کا ذکر تھا۔ پھر یتیم لڑکوں لڑکیوں کے مالوں میں احتیاط سے کام لینے کا حکم تھا پھر آگے جب لوگ یتیموں کی پرورش سے بچنے لگے کہ بے احتیاطی نہ ہو تو تنبیہ فرمائی ہے کہ جب تم یتیموں کے باب میں بے انصافی سے بچے ہو تو بہت بہت دنیا بیبیوں نکاح کرنے سے بھی بچو۔ اور دو دو تین تین چار چار تک سے نکاح کرو کہ ان میں بھی زیادہ ہونے میں بے انصافی ہو جاتی ہے۔ اور ان میں بھی برابری نہ کرسکنے کا ڈر ہو تو صرف ایک سے نکاح کرو بہت بہت عورتوں سے نکاح کرنے سے اس طرح بچانا ہے جیسے یتیم کے مال میں بے احتیاطی سے وہ بچنے لگے تھے۔ نہ یہاں یتیم لڑکیوں کی افزائش کا ذکر نہ جنگ سے مردوں کے مر جانے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کا ذکر بلکہ ایک حکم کو دوسرے کے ساتھ اہتمام کرنے کے لئے شرکت فرمائی گئی ہے۔ کہ ظلم سے بچنے کے ساتھ اس ظلم سے بھی بچو۔ مالی ظلم کے ساتھ جانی ظلم سے بھی بچنا اسی قدر ضروری ہے۔ اگر یتیم لڑکیوں کا یہ حکم ہوتا تو اول تو جب بھی ایک سے زائد بے روک ٹوک چار تک نکاح جائز ہوتے گو یتیم لڑکیوں سے ہی ہوتے بے روک ٹوک نکاح کتنی کتنی جائز ثابت ہوتے۔ نابالغات سے ثابت ہوتے تو بالغات سے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتے پھر آیت من النساء (عورتوں میں سے) نہ ہوتا منھن (ان میں سے یعنی یتیم لڑکیوں میں سے) ضمیر ہوتی یہ بلاغت کے خلاف ہے کہ ضمیر کافی ہونے کے موقع پر اسم

لایا جائے۔ قرآن شریف تو انتہائی بلیغ کتاب ہے۔ اور پھر نساء نابالغ نہیں بالغ عورتوں پر یا بطور مجاز عام بالغ نابالغ سب پر بولا جاتا ہے۔ اور یتیم صرف نابالغی تک کہلا سکتی تھیں۔ مگر نساء کا لفظ بالغات یا بالغات و نابالغات سب سے نکاح کو بتاتا ہے۔ اس سے اگلا حکم برابری نہ کرنے کا خوف ہو تو ایک سے نکاح کرو۔ یتیم لڑکیوں کے ساتھ خاص نہیں ہوسکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ معنی یہ ہوں کہ نابالغات میں برابری نہ کرسکو۔ تو ایک کرو۔ اور بالغات میں برابری نہ کرسکو تو بہت کرلو۔ بلکہ اور یہ لازم آئے گا کہ برابری نہ کرنے کا خوف ہو تو ایک یتیم نابالغ ہی سے نکاح کرو۔ تو ایک بالغہ سے نکاح جائز ہی نہ ہوگا۔ ایسے وقت صرف نابالغہ سے ہی ہوسکے گا۔ اس لئے یہاں برابری نہ کرنے کے خوف کے وقت یتیم غیر یتیم بالغ نابالغ سب کا یہی حکم ہے۔ اور چونکہ یہ حکم پہلے حکم کا ضمیمہ ہے اس لئے جیسے یہ عام ہے وہ بھی عام ہے۔ پھر مہر کا بیان ہے وہ بھی عام ہے اور پھر مہر کی معافی کا ذکر ہے وہ تو صرف بالغات ہی کی طرف سے ہوسکتا ہے۔ نابالغ کے قول کا تو اعتبار ہی نہیں۔ اس سے تو صاف معلوم ہوگیا کہ ان نکاحی آیات کو یتیم نابالغ لڑکیوں سے خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ اس آخری جزو کو تو بالغات سے ہی تعلق ہے۔ اس لئے یہ تاویل خلاف اجماع اُمّت اور تحریف محض کہلائیگی اور اگر یہ آیت صرف یتیم لڑکیوں کے حکم کی ہوتی تو غیر یتیم عورتیں تو لاتعداد جائز ہوتیں۔ کیونکہ محرمات کے بیان کے بعد یہ ارشاد ہے۔ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اور صرف مذکورہ کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئیں۔ وہاں چار کی بھی خصوصیت نہ تھی۔ یہ تحریف تو اور جواز کی دلیل بن جاتی ہے۔

اور ایک تعجب کی بات ملاحظہ کیجئے کہ یہاں تو یہ لوگ یہ تاویل باطل کرتے ہیں۔ کہ یتیم لڑکیاں جہاد و قتال کی وجہ سے زیادہ ہوگئی تھیں اس لئے ان کا یہ حکم تھا کہ دو تین چار تک کر لو۔ مگر دوسری طرف نابالغ کے نکاح کو ہی منع کیا جا رہا ہے۔ شاید "حافظ نباشد" کی ایسی ہی مثال ہوتی ہوگی۔ ورنہ اپنی سفارشوں کے خلاف دونوں باتوں کو ماننا پڑے گا کہ نابالغ سے نکاح بھی جائز اور اس کا قانون میں آنا ضروری ہے اور کئی کئی نابالغات سے بھی بلا روک ٹوک جائز ہے۔ اب ساری اُمّت اگر بالغہ نابالغہ

سب سے کئی کئی نکاح کو جائز قرار دیتی چلی آئی ہے۔ تو اسی میں کیا اشکال ہے۔ اور وہی کیوں آپ کی عقل میں نہیں آتا۔

پھر اوّل تو یہ تصنیف محض اور قرآن شریف کے عام حکم کو اپنی فاسد عقل سے مخصوص کرنے کا مکروہ ترین ارتکاب کہ کثرت کی وجہ سے جواز تھا۔ پھر یہ غلط دعوے کہ یہ جواز اب نہیں ہے جبکہ کہیں کوئی ممانعت نہیں آئی۔ اگر اس طرح سے دُور دُور کے محض باطل احتمالات سے قوانین کو مخصوص و مقید کرنا اور ہو سکے تو سارا کا سارا اسلام ختم ہے۔ ہر حکم میں ایسے باطل احتمالات نکالے جا سکتے ہیں بلکہ خود اسلام میں بھی کہ اس وقت کے لوگوں کے لئے تھا۔ اب سوائے یورپی دہریت کے اور کوئی مذہب ہی نہیں۔

اور بالفرض اگر خدانخواستہ یہ حکم کثرت ہی کی وجہ سے ہوتا تو شاید مردم شماری اب بھی آپ کو عورتوں کی کثرت کا ثبوت دے دیگی اگر قرآن و حدیث اسلامی احکام سب بالائے طاق رکھ کر کثرت کی ضرورت پر ہی مدار رکھا جانا ان صاحبان کے نزدیک کوئی مذہبی بات بن سکتا ہے۔ تو اب کثرت اس قانون کی خواہاں کہ ایک مرد کئی کئی عورتیں کیا کرے (ب) قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ (حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو) اور حدیث و فقہ سے ہر ان دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ جن میں سے ہر ایک کو مرد دوسری کو عورت فرض کریں تو محرم ثابت ہوں یہ احکام اس کی صاف دلیل ہیں کہ ان کے علاوہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حلال ہے۔ اللہ کے حلال پر انسانی قدغن ناقابل برداشت ہے۔

۲۔ حدیثوں میں حضرات صحابہ کے کئی کئی بیویاں ہونا، انصار کا مہاجرین سے یہاں تک کہنا کہ میرے یہاں دو بیویاں ہیں تم چاہو تو میں ایک کو طلاق دوں بعد عدت تم اس سے نکاح کر لینا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قوانین بیان فرمانا جو چند بیویوں کی برابری کے لئے فرمائے ہیں۔ یہ سب بے روک ٹوک درست ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ تو ان پر قدغن قائم کرنے والا کون ہے۔ اور ایسا قدغن کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت سعید بن جبیر کو فرمایا تھا کہ تم نکاح کر لو۔ کیونکہ اس امت کا سب سے بہتر شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں خیر ہذہ الامۃ اکثرہا نساء (اوجز المسالک شرح موطا مالک میں الوفق ج ۲ صفحہ ۲۳۹)

۳۔ فرض کیجئے کہ ان لوگوں نے اپنا مذہب یہی بنا رکھا ہو کہ خدا ایک نبی ایک تو ایک بیوی ہونی چاہیئے۔ دوسری نہ ہو۔ تو آخر یہ کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ دوسرے تمام مسلمانوں کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ اپنا مذہب ترک کر کے ان کے نو ایجاد مذہب کو مذہب بنا لیں۔ آخر پونے چودہ سو سال سے ہر صدی کے کروڑوں مسلمانوں کا اور آج بھی سوائے ان یورپ کے مسحور لوگوں کے سارے مسلمانوں کا جو مذہب ہے اس میں یہ مداخلت کیسے روا رکھی گئی ہے۔ بعض لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوتے یا کرتے ہیں کہ کئی بیویوں کی اجازت عدل کی شرط سے ہے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ عدل ناممکن اس لئے چند کی اجازت ناممکن دلیل یہ آیت ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ تم طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل کر سکو اگرچہ تم اس کی حرص کرو۔ لیکن کس قدر دھوکہ ہے کہ آیت آگے نہیں پڑھتے۔ آگے یہ ہے۔ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا کَالْمُعَلَّقَةِ تو نہ جھک جاؤ بالکل جھک جانا کہ پھر اس کو بیچ میں لٹکائی ہوئی کر کے چھوڑ دو۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ عدل کا وہ درجہ ہے جو غیر اختیاری ہے۔ میلانِ دل کا درجہ ہے۔ اسی پر فرمایا۔ کہ پورا میلان جھکاؤ نہ کر بیٹھو۔ جس میں اختیاری افعال آ جاتے ہیں کہ ایک کو بیچ میں لٹکائی ہوئی چھوڑ دو۔ یعنی میلان کا عدل واجب نہیں۔ کم و بیش میلان معاف ہے۔ مگر میلان کا انتہائی درجہ جس پر اختیاری فعل مرتب ہوں کہ دوسری کو معلق کر چھوڑ دو یہ حلال نہیں اور قلبی رغبت ہی وہ ہے جس کو انسانی طاقت کے باوجود حرص کے خارج کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ دو سو روپیہ میں سے سو ایک کو سو دوسری کو اور ایک شب ایک کے پاس ایک دوسری کے پاس یہ انسانی طاقت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالےٰ کسی انسان کو ذمہ دار نہیں بناتے مگر اس کی طاقت کے بقدر) یہ حکم بھی اسی کلی قاعدہ کے تحت ہے کہ نفقہ و سکنیٰ و شب باشی جو اختیار و طاقت کے تحت ہے ان کا عدل و برابری طاقت و اختیار میں ہے فرض ہے۔ دل کا میلان جس میں کسی فعل کا دخل نہ ہو طاقت و اختیار سے خارج ہے۔ وہ فرض نہیں ہے۔ یعنی عدل دو طرح کا ہے۔ اختیاری ہے اور غیر اختیاری اختیاری فرض ہے غیر اختیاری فرض نہیں جہاں عدل کا حکم ہے وہ اختیاری ہے جہاں طاقت سے خارج فرمایا ہے وہ غیر اختیاری ہے اس قرآنی فرق کو نظر انداز کرنا درست نہیں ہے یہ ایک دھوکہ ہے۔

۴۔ دوسری تیسری چوتھی شادی کی ضرورتیں اکثر اوقات ایسی بھی ہوتی ہیں جو کسی سے ظاہر نہیں کی جا سکتی ہیں۔ اور خصوصاً عدالت سے اور اگر ظاہر کی جائیں تو عدالت کو احساس ہونا اس لئے مشکل ہوگا کہ شاید وہ اس دور سے گذری ہوئی نہ ہوگی اور بسا اوقات وہ ضرورتیں قابل احساس بھی ہوں گی مگر عدالت پر ان مشیرانِ قانون کا یہ قانون نہیں چل سکتا وہ اس کی ضرورت کو محسوس ہی کرے اب بطور نمونہ چند ایسی باتیں پیش کی جائیں۔

(الف) سلسلہ عالم کی بقا و وجود کے لئے حق تعالےٰ نے مرد اور عورت میں ایک کو دوسرے کا محتاج اور خواہشمند بنایا ہے۔ مگر عورت کو ضعیف الخلقت نازک پیدا فرمایا ہے اس لئے اس کی یہ خواہش ۲۵-۳۰ سال سے آگے خصوصاً اس زمانہ میں نہیں چلتی اور مرد کی یہ خواہش ۷۰-۸۰ برس تک چل جاتی ہے۔ اس لئے اس کے لئے ضرورت ہے۔ پھر کمی بیشی کا فرق اس قدر ہے کہ کسی کے لئے ایک بھی بار خاطر اور کسی کے لئے کئی بھی کم مگر چار تک کافی ہیں۔ اگر اس پر کوئی قدغن قائم کیا گیا تو ظاہر ہے کہ یہ بات عدالت میں ثابت ہی نہیں کی جا سکتی اب وہ مجبور ہو کر بدمعاشیوں میں مبتلا ہوگا۔ گویا ایسا قانون بنانا انسان کو بدمعاشیوں پر مجبور کرنا ہے۔ اسلام نے جس بدکاری کی قطعاً جڑ کاٹ دی تھی اس کو پھر نشو و نما دینا ہے۔

(ب) ایک عورت ایک ماہ میں ایک ہفتہ کم و بیش عذر ایام سے علیحدہ رہنے پر خلقۃً مجبور ہے۔ اگر اس کا شوہر صبر نہیں کر سکے گا تو کیا اس کو بدکاریوں کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔ ایک ماہ میں چار ہفتے ہیں چار بیویاں ایک ایک ہفتہ کنارہ کش رہ سکتی ہیں اور ایام حمل و رضاعت میں بے رغبتی مرد کی زندگی کو تلخ کر سکتی ہے۔ اگر وہ حرام سے بچ کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کُتُبِ سَماوِیہ

از جناب عبد الرحمن صاحب مناہی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ پ۵ رکوع ۱۷

ترجمہ - اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اُن کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں - اور جو شخص اللہ تعالےٰ کا انکار کرے اور اُس کے فرشتوں کا - اور اس کی کتابوں کا - اور اس کے رسولوں کا - اور روزِ قیامت کا - تو وہ شخص گمراہی میں دُور جا پڑا -

تورات ، زبور اور انجیل کا آسمانی کتابیں ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے -

(۱) اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ سورہ مائدہ ع ۷

ترجمہ - بے شک ہم نے تورات اُتاری اس میں ہدایت اور نور ہے -

(۲) وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ سورہ نساء ع ۲۳

ترجمہ - اور ہم نے داؤدؑ کو زبور دی -

(۳) وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ سورہ حدید ع ۴

ترجمہ - اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل دی -

لیکن قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کتابوں کو لوگوں نے ادل بدل کر دیا ہے اس لئے موجود تورات ، زبور اور انجیل اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں بلکہ ان میں تحریف ہوئی ہے - سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن مجید ہے - شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ سورہ بقر ع ۲۳

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ پ ۲۷

چونکہ قرآن مجید کے احکام ہر زمانے اور ہر قوم کے مناسب ہیں - اس لئے قرآن مجید نازل ہونے کے بعد کسی دوسری شریعت اور آسمانی کتاب کی حاجت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دُنیا کے لئے عام کر دی گئی -

قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ بعض پیغمبروں پر صحیفے نازل ہوتے تھے - صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى پ ۳۰) صحیفوں کی تعداد معلوم نہیں ہاں کچھ صحیفے حضرت آدمؑ اور کچھ حضرت شیثؑ اور کچھ حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ پر نازل ہُوئے - بعض پیغمبر روشن تعلیمات اور کھُلے کھُلے معجزات لے کر آئے -

قرآن مجید کے سوا پہلی سب آسمانی کتابیں غیر محفوظ تھیں - اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ سورہ حجر ع ا پ ۱۴

ترجمہ - بے شک ہم ہی نے قرآن مجید اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں -

لہٰذا قرآن مجید کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ محفوظ ہے - اس میں ایک نقطہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی - اور نہ قیامت تک ہو سکے گی -

قرآن مجید ہزاروں - لاکھوں کے سینوں میں محفوظ ہے - اور سینہ بہ سینہ حفاظت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے آج تک برابر چلی آتی ہے - اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک جاری رہے گی - اسلام کے بہت سے دُشمنوں نے کمی بیشی بلکہ نیست و نابود کرنا چاہا لیکن ان کو یہ موقعہ نہ ملا - اور نہ ہی قیامت تک ملے گا -

برعکس اس کے دیگر آسمانی کتابیں اصلی صورت سے معدوم ہو گئی ہیں - موجودہ تورات اور انجیل تحریف شدہ ہیں - قرآن کتبِ سابقہ کا مہیمن - محافظ و نگہبان ہے - خدا کی جو امانت تورات و انجیل وغیرہ کتبِ سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شئے زائد قرآن میں محفوظ ہے - تورات کی حفاظت کا علماء کو ذمہ دار بنایا گیا - اور جب تک علماء و احبار نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا تورات محفوظ اور معمول رہی - آخر دُنیا پرست علمائے سوء کے ہاتھوں سے تحریف ہو کر ضائع ہو گئی - یہ عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی -

قرآن - عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جس کو اُمّ الالسنہ کہا جاتا ہے - قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف و شستہ زبان عربی میں نازل کیا گیا ہے - صحیح ، صادق ، مضبوط ، نافع ، معقول اور فصیح و بلیغ ہونے میں کوئی آیت کم نہیں ایک دوسری سے رلتی مُلتی ہے - مضامین میں کوئی اختلاف تعارض نہیں -

قرآن وجوہِ اعجاز اور اسرارِ عظیمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے - اس کے دلائل اور براہین نہایت مضبوط اور اس کے احکام غیر منسوخ ہیں - کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں - اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کی اعلیٰ ترین ہدایات پر مشتمل اور حکیمانہ خوبیوں سے مملو ہیں اور قرآن کے ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی شاہد ہے - قرآن اور تمام کتبِ سماویہ پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئیں -

پہلی تمام آسمانی کتابیں ایک دفعہ ہی نازل ہوئیں - لیکن قرآن مجید تئیس برس تک ضرورتوں کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے - نبی کریم کے دشمن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایسے ایسے اعتراض چھانٹتے ہیں کہ صاحب! دوسری کتابوں کی طرح پُورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا - برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا - کیا اللہ میاں کو کچھ سوچنا پڑتا تھا - اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوچ کر بناتے ہیں پھر موقعہ مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں -

اللہ تعالےٰ نے خود اعتراض کا جواب دیا ہے - اس طرح اتارنے سے قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہے - سمجھنے میں سہولت رہی - کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا - جن مصالح و حکم کی رعایت اس میں کی گئی تھی لوگ موقع بموقع ان کی تفاصیل پر مطلع ہوتے رہے - ہر آیت کی جداگانہ شانِ نزول کو دیکھ کر اس کا صحیح مطلب معین کرنے میں مدد ملی - ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے قلوب تسکین پاتے رہے اور ہر آیت

کے نزول پر دعوائے اعجاز کی تجدید ہوتی رہی۔
پہلی تمام آسمانی کتابیں خاص خاص قوموں اور قبیلوں کی طرف نازل کی گئی تھیں۔ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے یہ ہدایت کی ہے۔ جس قدر خدا کے فرستادہ لوگ ہیں اور جس قدر مقدس کتابیں بھیجی ہیں سب پر ایمان لاؤ۔

قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے۔ یہ قرآن صرف عرب کے اُمّیوں ہی کے لئے نہیں اُترا بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے واسطے آیا ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو نجات و فلاح کی خوشخبری سُناتا ہے۔ اور منکروں کو بُرے انجام سے ڈراتا ہے۔ لفظی طور پر آیات کا جُدا جُدا ہونا ظاہر ہے۔ مگر معنوی حیثیت سے بھی سینکڑوں قسم کے علوم اور مضامین کی تفصیل الگ الگ آیات میں کی گئی ہے۔

یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے۔ فرمانبرداروں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔ قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اصولِ دین اور فلاحِ دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔

تورات شریف حق و باطل، ہدایت و ضلالت، حلال و حرام کے قضئے چکانے والی جہل و غفلت کی اندھیریوں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سُنانے والی کتاب تھی۔

یہ کتاب فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو بوساطت حضرت موسیٰؑ خدا کی طرف سے مرحمت ہوئی تھی۔ تاکہ لوگ اس پر چل کر جنّت اور رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

یہ کتاب بڑی فہم و بصیرت عطا کرنے والی۔ لوگوں کو راہِ ہدایت پر چلانے والی اور مستحقِ رحمت بنانے والی کتاب تھی تاکہ لوگ اسے پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں۔ احکامِ الٰہی سیکھیں اور پند و نصیحت حاصل کریں۔

تورات میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ خالص توحید پر قائم رہیں اور خدا کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھیں۔ ہمیشہ اسی پر بھروسہ اور توکّل کریں۔

سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور آج جبکہ اس کے پیروؤں نے اُسے ضائع کر دیا تو قرآن ہی اس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کر رہا ہے۔

یہ کتاب کوہِ طور کے غرب کی جانب موسےٰ علیہ السلام کو بعد نبوت ملی تھی۔ یہ ایک عظیم الشان کتاب تھی۔ قرآن سے پیشتر اس کتاب کو اُن لوگوں کی حقانیت کا ایک بڑا بھاری شاہد کہنا چاہیئے جو دینِ فطرت کے صاف راستہ پر چلتے ہیں۔

لیکن لوگوں کے درمیان پھوٹ پڑگئی۔ کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا جس طرح آج قرآن عظیم کے متعلق بھی اختلاف ہو رہا ہے بے شک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف و تفریق پیدا نہ ہونے دیتا۔

بعض کہتے ہیں کہ تورات شریف تختیوں پر لکھی ہوئی تھی اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تختیاں تورات کے علاوہ تھیں۔ جن میں ہر قسم کی نصیحت اور ضروری احکام کی تفصیل تھی۔ خدا تعالےٰ نے موسیٰؑ کو تاکید کی کہ ان الواح کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ وہ ان ہدایات پر پختگی سے عمل کرتے رہیں۔

تورات میں ایسا عظیم الشان دستور العمل اور آئین ہدایت تھا کہ کثیر التعداد پیغمبر اور اہل اللہ و علماء برابر اسی کے موافق حکم دیتے اور نزاعات کے فیصلے کرتے رہے یہ ایک بڑی عمدہ کتاب تھی اور علوم ہدایت پر مشتمل تھی۔ جن کی بنی اسرائیل قوم نے بے قدری کی اور انہیں ایسا ضائع کیا کہ آج اصل چیز کا پتہ لگانا بھی مشکل ہو گیا۔ آخر حق تعالےٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے بالکل آخر میں قرآن بھیجا جو اُن سب پہلی کتابوں کے مطالب اصلیہ کا محافظ اور مصدّق ہے۔ یہ کتاب طالبین کے لئے ہدایت کا اور شبہات و مشکلات کی ظلمت میں پھنس جانے والوں کے لئے روشنی کا کام دیتی ہے۔

قرآن کو نازل کرنے والا خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت اس کی حامل ہے اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ سب لوگوں کو جہالت و اوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت، بصیرت، ایمان اور ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحیح معرفت کی روشنی میں خدا کے بتلائے ہوئے رستہ پر چل پڑیں۔ تو اس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔

قرآن یقیناً وہ کلام ہے جو خدا تعالےٰ نے اپنے علمِ کامل سے پیغمبرؐ پر اتارا ہے بے شک جس کے کلام کا کوئی مثل نہیں ہو سکتا۔ اُس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔

یہود و نصاریٰ، بُت پرست، مجوس، عرب، عجم، یُورپ اور ایشیاء کسی فرقہ جماعت اور ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو جب تک قرآن کو نہیں مانے گا نجات نہیں پاسکتے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض احادیث میں آپ نے بہت تصریح و تعمیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

موسےٰؑ کی کتاب (تورات) امامت اور رحمت تھی۔ قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر بھیجی گئی تھی وہ بھی دینِ فطرت کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰؑ پر قرآن سے پیشتر جو عظیم الشان کتاب (تورات) اُتاری گئی اُسے ایک بڑا بھاری شاہد ان لوگوں کی حقانیت کا کہنا چاہیئے۔ جو دینِ فطرت کے صاف رستہ پر چلتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ احکامِ قرآنی در بارۂ اعتقادات، اخبارِ انبیائے کرام و احوالِ آخرت اور اوامر و نواہی تورات وغیرہ کتبِ سابق کے موافق ہیں۔ ہاں بعض اوامر اور نواہی میں نسخ بھی کیا گیا ہے مگر وہ تصدیق کے مخالف نہیں۔ تصدیق کے مخالف تکذیب ہے۔ اور تکذیب کسی کتابِ الٰہی کی ہو بالکل کُفر ہے۔

تورات میں بنی اسرائیل سے یہ اقرار لیا گیا تھا کہ تم تورات کے حکم پر قائم رہو گے اور جس پیغمبر کو بھیجوں اس پر ایمان لاکر اس کے رفیق رہو گے تو مُلکِ شام تمہارے قبضہ میں رہے گا۔ بنی اسرائیل نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ مگر وہ پھر اقرار پر قائم نہ رہے۔ بدنیتی کی۔ رشوت لے کر غلط مسئلے بتلائے۔ حق کو چھپایا۔ اپنی ریاست جمائی۔ پیغمبر کی اطاعت نہ کی۔ بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا۔ تورات میں جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تھی اس کو بدل ڈالا۔ اس لئے گمراہ ہوئے

قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور پہلی کتابیں تورات و انجیل وغیرہ پہلے سے قرآن اور اُس کے لانے والے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر رہی تھیں اور اپنے اپنے وقت میں مناسب احکام و ہدایات دیتی تھیں گویا بتلا دیا کہ الوہیت یا ابنیتِ مسیح

(باقی صفحہ ۶ پر)

اللہ تعالیٰ کی نیک بندیاں

حضرت ام عبد رضی اللہ عنہا کا ذکر

ایک صحابی ہیں بہت بڑے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ بی بی اُن کی ماں ہیں اور خود بھی صحابیہ ہیں - اُن کو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے کاموں میں ایسا دخل تھا کہ دیکھنے والے یوں سمجھتے تھے کہ یہ بھی گھر والوں میں ہی ہیں - فائدہ - اس قدر خصوصیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ فقط دین کی بدولت تھی - بیبیو اگر دین کو سنواروگی تم کو بھی قیامت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیکی نصیب ہوگی -

حضرت ابوذر غفاریؓ کی والدہ کا ذکر

یہ ایک صحابی ہیں جب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی خبر مشہور ہوئی اور کافروں نے جھٹلایا تو یہ بزرگ اپنے وطن سے مکہ میں اس بات کی تحقیق کرنے کو آئے تھے یہاں کا حال دیکھ بھال کر مسلمان ہو گئے - جب یہ لوٹ کر اپنے گھر گئے اُن کی ماں نے سارا قصہ سُنا کہنے لگیں مجھ کو تمہارے دین سے کوئی انکار نہیں - میں بھی مسلمان ہوتی ہوں - فائدہ - دیکھو طبیعت کی پاکی یہ ہے کہ جب سچی بات معلوم ہوگئی اُس کے ماننے میں باپ دادا کے طریقہ کا خیال نہیں کیا بیبیو تم بھی جب شرع کی بات معلوم ہو جایا کرے اُس کے مقابلہ میں خاندانی رسموں کا نام مت لیا کرو - بس خوشی خوشی دین کی بات مان لیا کرو - اور اسی کا برتاؤ کیا کرو -

حضرت ابوہریرہؓ کی ماں کا ذکر

یہ ایک صحابی ہیں اپنی ماں کو دین قبول کرنے کے واسطے سمجھایا کرتے - ایک دفعہ ماں نے دین ایمان کو کوئی ایسی بات کہہ دی کہ اُن کو بڑا صدمہ ہُوا - یہ روتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضرت میری ماں کے واسطے دُعا کیجئے - کہ خدا اس کو ہدایت کرے - آپ نے دُعا کی کہ اے اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت کر - یہ خوش خوش گھر پہنچے تو دروازہ بند تھا - اور پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی - جیسے کوئی نہاتا ہو - اُن کے آنے کی آہٹ سُن کر ماں نے پُکار کر کہا - کہ وہاں ہی رہیو' نہا دھو کر کواڑ کھولے اور کہا - اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ان کا مارے خوشی کے یہ حال ہوگیا کہ بے اختیار رونا شروع کیا - اور اسی حال میں جاکر سارا قصہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے اللہ تعالےٰ کا شکر کیا - انھوں نے کہا یا رسول اللہ اللہ میاں سے دُعا کر دیجئے کہ مسلمانوں سے ہم ماں بیٹوں کو محبت ہو جائے اور مسلمانوں کو ہم دونوں سے محبت ہو جائے - آپ نے دُعا فرما دی - فائدہ - دیکھو نیک اولاد سے کتنا بڑا فائدہ ہے - بیبیو اپنے بچوں کو بھی دین کا علم سکھلاؤ - اُن سے تمہارا دین بھی سنورے گا -

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا ذکر

یہ بی بی صحابی ہیں - جب مکہ میں کافروں نے مسلمانوں کو بہت ستایا اس وقت بہت مسلمان مُلکِ حبشہ کو چلے گئے تھے - اُن میں یہ بھی تھیں - پھر جب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے تو وہ سب مسلمان مدینہ آگئے تھے - اُن میں یہ بھی تھیں - آپ نے اُن کو خوشخبری دی تھی کہ تم نے دو ہجرتیں کی ہیں - تم کو بہت ثواب ہوگا - فائدہ - دیکھو دین کے واسطے کس طرح گھر سے بے گھر ہوئیں - تب تو ثواب لُوٹے - بیبیو اگر دین کے واسطے کچھ محنت اٹھانا پڑے اُکتائیو مت -

حضرت حذیفہؓ کی والدہ کا ذکر

حضرت حذیفہؓ صحابی ہیں یہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک بار مجھ سے پوچھا تم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے ہوئے کتنے دن ہوئے - میں نے بتلایا - اتنے دن ہوئے - مجھ کو بُرا بھلا کہا - میں نے کہا اب جاؤنگا اور مغرب آپؐ ہی کے ساتھ پڑھونگا - اور آپؐ سے عرض کروں گا کہ میرے لئے اور تمہارے لئے بخشش کی دُعا کریں - چنانچہ میں گیا اور مغرب پڑھی اور عشاء پڑھی - جب عشاء پڑھ کر آپ چلے میں ساتھ ہو لیا - میری آواز سُن کر فرمایا حذیفہ ہے - میں نے کہا جی ہاں - فرمایا کیا کام ہے - اللہ تمہاری اور تمہاری ماں کی بخشش کریں - فائدہ - دیکھو کیسی اچھی بی بی تھیں - اپنی اولاد کے لئے ان باتوں کا بھی خیال رکھتی تھیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے یا نہیں - بیبیو تم بھی اپنی اولاد کو تاکید رکھا کرو - کہ بزرگوں کے پاس جاکر بیٹھا کریں - اُن سے دین کی باتیں سیکھا کریں - اچھی صحبت کی برکت حاصل کیا کریں -

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کا ذکر

یہ حضرت عمرؓ کی بہن ہیں حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکی ہیں - ان کے خاوند بھی سعید بن زیدؓ مسلمان ہو چکے تھے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے - یہ دونوں حضرت عمرؓ کے ڈر کے مارے اپنا اسلام پوشیدہ رکھتے تھے - ایک دفعہ اُن کے قرآن پڑھنے کی آواز حضرت عمرؓ نے سُن لی - اور اُن دونوں کے ساتھ بڑی سختی کی - لیکن بہنوئی تو بھلا مرد تھے - ہمت اُن بی بی کی دیکھو کہ صاف کہا کہ بیشک ہم مسلمان ہیں - اور قرآن پڑھ رہے تھے چاہے مارو چاہے چھوڑو - حضرت عمرؓ نے کہا - مجھ کو بھی قرآن دکھلاؤ - بس قرآن کا دیکھنا تھا اور اس کا سُننا تھا فوراً ایمان کا نور اُن کے دل میں داخل ہُوا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے -

فائدہ - بیبیو تم کو بھی دین اور شرع کی باتوں میں ایسی ہی مضبوطی چاہیئے - یہ نہیں کہ ذرا سے روپے کے واسطے شرع کے خلاف کر لیا - برادری کنبہ کے خیال سے شرع کے خلاف رسمیں کرلیں اور جو بات بھی شرع کے خلاف ہو کسی طرح اس کے پاس مت جاؤ -

بقیہ شادی کمیشن صفحہ ۱۴ سے آگے

رہنا چاہے تو قانون رہنے نہ دیگا۔

(ج) حدیث میں آیا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہروں سے محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد کی صلاحیت والی ہو کیونکہ میں قیامت میں تمہارے ذریعہ کثرتِ اُمّت پر فخر کروں گا۔

ایک شادی کرنا کمی اولاد کا سبب ہے۔ دو تین چار کرنا اولاد کی افزائش اُمّت کی زیادتی قوم کی اکثریت اور ملک کی ترقی کا سبب ہے۔ اس پر پابندی لگانے والے لوگ دین و دُنیا دونوں کے لئے خسارہ پیدا کرنے کا سبب فراہم کرنے والے ہیں۔

ضرورت تو اس کی تھی کہ قانون ایسا بن جائے کہ ہر شخص جس کی آمدنی چار گھروں کے متوسط اخراجات کو کافی ہو سکتی ہے۔ وہ ضرور بالضرور چار چار شادیاں کرے تاکہ چار چار درجن اولاد کا باپ ہو اور اس کی وجہ سے ملک و قوم کو اکثریت حاصل ہو اور عورتوں کی کثرت پیدائش کا مداوا بھی ہو جائے۔

آج کل ایک غلط نظریہ لوگوں کے دل میں یہ جم رہا ہے جسے شاید برتھ کنٹرول بھی کہتے ہیں کہ کوشش اس کی کی جائے کہ اولاد ہی نہ ہو یا کم ہو اور اس کی بنا غالباً یہ غلط فہمی ہوگی کہ آبادی زائد ہونے سے ملک کا خرچ زائد ہوگا اس لئے کم کم ہو تو اشیاء ارزاں ہونگی، کہ ضرورتمند کم ہونگے۔ لیکن یہ دینی و دنیوی دونوں پہلوؤں سے قطعاً غلط ہے۔ مسلمان ہوکر خدا سے نظر ہٹا کر دوسری چیزوں پر نظر رکھی جاتی ہے۔ خدا کے رازق ہونے میں تردد سا معلوم ہوتا ہے۔ سنئے اور غور سے سُنئے۔ حق تعالےٰ کا معمول یہ ہو رہا ہے کہ جس قدر ضرورت ہوتی جاتی ہے اسی قدر ضرورت کی اشیاء کے اسباب پیدا فرماتے اور عطا کرتے رہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکیوں کو زندہ درگور خرچ کی وجہ سے بھی کرتے تھے۔ حق تعالےٰ نے اس سے روکا ہے رزق ہم دینگے۔ افسوس آج مسلمانوں کا اس قسم کا خیال بھی اسی کے قریب قریب ہو رہا ہے۔ موجودہ گرانی کا سبب انسانوں کی خود پیدا کردہ بات ہے۔ آدمیوں کی کثرت کو اس میں دخل نہیں ہے بالکل کھلی بات ہے کہ جس قدر انسان زیادہ ہونگے اسی قدر کاروبار کاشت اور طریقہائے معاش زیادہ پھیلیں گے۔ جس سلسلہ میں گرانی سے منفعت زیادہ معلوم ہوگی اس کی طرف میلان زیادہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں لوگ زیادہ متوجہ ہونگے۔ وہ کام زیادہ ہوکر افزائش کا سبب ہوگا۔ اس لئے خدا پر بھروسہ کے اعتبار سے بھی اور دنیوی اسباب کے اعتبار سے بھی یہ خیال بالکل تباہ کن اور خطرناک خیال ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ دُنیا اس وقت بھی پریشان ہے شاید ہی کوئی آدمی ایسا ملتا ہو جس کی آمدنی اس کے اخراجات کو کافی ہو جاتی ہو۔ اگر اضافہ ہوا تو اور پریشانی میں اضافہ ہوگا۔ مگر یہ خیال بھی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ پریشانی کا سبب آمدنی اور ذرائع آمدنی کی کمی کو قرار دیا گیا ہے۔ اصل سبب کثرتِ اخراجات ہے۔ جس کا منشا زیادہ تر آوارگی اور فیشن ہے۔ اگر آپ غور کرینگے تو اس حقیقت کو خوب سمجھ لیں گے۔ خیال کرنے کی بات ہے سو دو سو روپیہ ماہانہ والا بلکہ اس سے کم ماہانہ والا بھی گزر اوقات کر ہی رہا ہے۔ زیادہ والے کو جو تنگی پیش آئی وہ اس لئے نہیں کہ آمدنی اس سے کم ہوئی آمدنی تو زیادہ ہوئی مگر خرچ اس کے خرچ سے کئی گنا زیادہ ہوگیا ہے۔ اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جسقدر ضرورت ہوتی ہے اسی قدر یا اس سے کچھ زائد کی انسان کوشش کیا کرتا ہے۔ جب ضرورت زائد ہوگی تو کوشش بھی زیادہ ہوگی۔ نتیجہ تو آج ہے وہی جب بھی ہوگا کہ اگر خرچ کم سے کم کرنے کی تدبیر کی جائے گی آج بھی راحت مل سکتی ہے اس وقت بھی مل سکے گی۔ ورنہ راحت آج ہے نہ جب ہے۔ بہرکیف رفع پریشانی اور راحت کے حصول میں آدمی کم ہونے کو دخل نہیں۔ فضول کے اخراجات بند کرنے کو دخل ہے۔ شاید آپ تحقیقات کریں تو معلوم کر لیں کہ بعض گھرانے بہت افراد پر مشتمل ہونے والے اتنے پریشان نہیں جیسے بعض کم افراد والے شان و شوکت کے خواہاں اور فیشن میں غرق لوگ پریشان ہیں۔

(د) ایک مرد جس کی بیوی ایک عرصہ سے بیمار ہے اس کا بے حد ضرورتمند ہے لیکن اگر بیوی کی بیماری ایسی ہو جس کا اثر باہمی تعلقات پر تو بہت پڑتا ہو اور ظاہر میں معلوم نہ ہوتا ہو تو عورت تو اس کو ہرگز قبول کرے گی ہی نہیں۔ عدالت بھی قبول کرنے سے گریز کرے گی اور پھر کس قدر تنگ اور کس قدر خرافات میں مبتلا ہونے پر مجبور ہوگا۔

(ہ) ضرورت یا ہوس جو بھی مرد کو دوسری شادی کرنے پر مجبور کرے گی اگر وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھے گا یا اس کو دوری یا بیماری یا کاروباری مصروفیات کی وجہ سے یا کسی اور عذر سے عدالت جانا منظور نہ ہوگا یا عدالت اس کے عذر کو قابلِ قبول نہ سمجھے گی یا اس کی درخواست کی منظوری میں دیر لگا دیگی تو کیا یہ بعید نہ ہوگا کہ وہ پہلی بیوی کو طلاق دے دیگا اور دوسری کی خواہش کریگا تو کیا یہ قانون عورتوں کو اور بعض کو ایسے وقت میں کہ جب وہ دوسری جگہ شادی کرنے کے قابل بھی نہ رہی ہوں گی آبادی سے بربادی میں لانے والا نہ ہو جائے گا یا مع اولاد پریشانی کا سبب نہ ہو جائیگا۔

(باقی آئندہ)

خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

صفحہ ۲ سے آگے

نہیں فرماتا۔ یہاں تک کہ جب برائی رواج پا جائے اور لوگ روکنے پر قادر ہوتے ہوئے بھی نہ روکیں تو اللہ تعالےٰ عام و خاص سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

• حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شہر کا تختہ اُلٹ دے تو جبرائیلؑ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار ان شہروں میں تیرا فلاں فلاں بندہ رہتا ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اُس کا تختہ بھی اُلٹ اور دوسرے شہروں کا بھی۔ اس لئے کہ میری نافرمانیوں کو دیکھ کر کبھی اُس کے ماتھے پر بل بھی نہیں آیا۔

(رواہ ابن ماجہ)

• حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہش کو اُس چیز کے تابع نہ بنا دے جو (اللہ سے) میں لایا ہوں۔

(رواہ فی شرح السنۃ)

شعر

تن آسانیاں چاہے اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

بچوں کا صفحہ

اطاعتِ والدین

سیّدہ نعمان غنی دیوروی

بچو: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ماں باپ (والدین) کے حکموں کی اطاعت، ان کی خدمت، ان کا ادب، اور ان سے اچھے سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ہمیں خود پتہ چلے گا۔ کہ والدین اپنے بچوں کی پرورش لکھانے پڑھانے اور ترقی کے میدان میں آگے بڑھانے کے لئے تکلیفیں سہتے ہیں۔ پیسے خرچ کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں۔ ایک طرف ماں ایام حمل (جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے۔ میں تکلیفیں اٹھاتی، اور تکلیفوں کے ساتھ جنتی ہے۔ بچہ جب اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو وہ بالکل بے بس اور دوسروں کا محتاج ہوتا ہے اس وقت ماں ہی اس کی نگہداشت نگہبانی اور حفاظت کرتی ہے۔ اپنے خون سے دودھ کے ذریعہ غذا دیتی ہے۔ اس کے آرام کی خاطر اپنا آرام بھول جاتی ہے اور ہر تکلیف برداشت کرتی ہے راتوں کی نیند آنکھوں میں کاٹ دیتی ہے چلنے کی مشق کراتی ہے اور بولنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔ والدین بچے کے بیمار ہونے پہ دوا میں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ اچھی سے اچھی تعلیم دلاتے ہیں دنیا میں رہنے کے لائق بناتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد اپنی زندگی سے بہتر زندگی بسر کرے۔ خود خراب باسی اور کم غذا کھاتے ہیں۔ مگر اسے اچھا سے اچھا اور زیادہ سے زیادہ کھلاتے ہیں۔ خود موٹا کم قیمت کپڑا پہنتے ہیں مگر اسے زیادہ سے زیادہ قیمت کا کپڑا پہناتے ہیں۔ سردی کے موسم میں خود ٹھنڈے کپڑے پہنتے رہتے ہیں مگر اسے گرم کپڑا پہناتے ہیں۔ گویا آرام و آسائش اور ترقی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے

ان حالات میں اولاد کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ان کے حکموں کی فرماں برداری کرے اور جوان ہونے پر ان کی خدمت کرے۔ اور نیکی اور بھلائی سے پیش آئے تاکہ والدین کو بھی بڑھاپے میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ بچو! تم نے قرآن پاک پڑھا ہی ہے۔ اس میں اللہ میاں نے کئی جگہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ دیکھو اللہ میاں فرماتے ہیں

(۱) پارہ ایک میں ہے کہ "اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا (بقرہ)

(۲) پارہ پانچ میں ہے کہ "اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو" (نساء)

(۳) پارہ آٹھ میں ہے کہ "اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ (انعام)

(۴) پارہ پندرہ میں ہے کہ "اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو" (بنی اسرائیل)

(۵) پارہ پندرہ میں ہے کہ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ سو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا اور پرورش کیا ہے"۔ (بنی اسرائیل)

(۶) پارہ اکیس میں ہے کہ "اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے"۔ (لقمان)

(۷) پارہ چھبیس میں ہے کہ "اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا" (احقاف)

(۸) پارہ بیس میں ہے کہ "اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے" (عنکبوت)

(۹) پارہ اکیس میں ہے کہ "تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر" (لقمان)

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بار بار والدین کے حکموں کو ماننے ان کا ادب کرے اور ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے

(۱) جس شخص نے اپنے ماں باپ کو خوش رکھا اس نے اللہ کو خوش رکھا۔ اور جس نے ماں باپ کو ناخوش کیا۔ اس نے اللہ کو ناراض کیا

(۲) وہ عمل جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں دیتا ہے۔ ظلم اور ماں باپ کی نافرمانی ہے۔

(۳) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا مرنے سے پہلے ضرور کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے

(۴) سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی باپ پر لعنت کرے

(۵) تم اپنے باپ سے بیزار مت ہو کیونکہ باپ سے بیزار ہونا کفر ہے۔

(۶) اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے۔

(۷) احسان جتانے والا ماں باپ سے نافرمانی کرنے والا اور ہمیشہ شراب میں مست رہنے والا جنت میں نہیں جائیگا

(۸) اللہ کی رضامندی باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(۹) تین دعائیں ہیں جو قبول کی جاتی ہیں۔ جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ مظلوم کی دعا۔ مسافر کی دعا اور باپ کی دعا اولاد پر

(۱۰) تین چیزیں ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کی موت آسان کر دیں گے۔ اور اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ کمزور پر مہربانی۔ ماں باپ پر شفقت اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک۔

جس شخص نے اپنے ماں باپ کے ساتھ (۱۲) نیکی کی اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر زیادہ کریگا۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے (۱۳) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ مجھ پر حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے